بسم اللہ الرّحْمن الرّحیْم
وصلی اللہ علیك یا ولی العصر ادرکنا

1 1436

قیادت غائبانہ در نظر ہوشیار

یہ کرہ ارض اپنے رقبہ کے لحاظ سے جتنی بڑی کل روز تکوین تھی اتنی ہی بڑی آج بھی ہے اور اس کا طول و عرض اپنے حد اختتام تک اتناہی رہے گا لیکن یہ بات ہرکوئی کہتا ہے کہ یہ دنیا آج سمٹ کر بہت چھوٹی ہو گئی۔ یہ چھوٹا سا جملہ زبان زد عالم ہونے کے با وجود اپنے دامن میں بیان کی وسعتیں رکھتا ہے۔ اگر کوئی پوچھے "بھائی یہ دنیا جتنی کل تھی اتنی ہی آج بھی ہے یہ چھوٹی کب ہوگئی۔ اس کے لئے جواب میں رسل و رسائل آمدورفت کے ذرائع اور خبر رسانی کے آلات وغیرہ وغیرہ جب زیر بیان آتے ہیں تو مطلب واضح ہوجاتا ہے کل ارتقا کی جو ابتدا ہوئی تھی آج کمال کی وہ انتہا تک پہونچ رہی ہے اور نوبت بہ اینجا رسید کہ سینکڑوں میل دور بیٹھا ہوا انسان اپنے دور افتادہ رفیق سے رو برو ہو کر باتیں کرتا ہے۔ اس طرح کے حاضر متکلم کے بیچ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہوتا ہے۔ اس مقدمہ کے حرف نو کی زبان سے ادا ہوتے ہیں لیکن مطالب غائب ہو کر بھی عیاں ہوتے ہیں۔

اسی سلسلے میں حاضر اور غائب کی باتیں بہت اُونچی سطح پر سن کرغور کیجئے۔ جو صاحب حکمت و وحی و الہام کی زبان رسالت سے آئی ہوئی خبر معراج کے حال واقعی پر روشنی ڈال رہی تھی کوئی ایک متنفسی بھی نہ معترض تھا اور نہ کوئی سوال تھا کہ آخری سب کیسے ممکن ہوا کہ زنجیر در ہلتی رہی اور حبیب خدا کا سفر معراج اپنے تمام حالات و کیفیات کے ساتھ اور اپنی تمام ضیا پاشی کے ساتھ ایک تاریخی واقعہ بن گیا۔ یہں نہیں بلکہ اپنے تمام و کمال کے ساتھ شان نزول آیات الٰہی قرآن مجید کے بیچ میں آکر اپنی صداقت پر "قاب و قوسین" کی مہر تصدیق بھی ثبت کردی۔

مسئلہ غائب اور حاضر کا

تاریخ پر کتابیں لکھی گئیں تاریخ: نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ ماضی کے حالات پر تمام اخبار کا جمع کرنا اور اسے قلمبند کر دینا۔ یعنی صدر اسلام سے لے کر مورخ کی زندگی تک وہ حالات، واقعات، حادثات اور اسلام کے سر براہوں اور عنان گیران حکومت کی جتنی خبروں کا سلسلہ ملتا گیا جو اسلام سے متعلق تھا وہ ایک ریکارڈ بنا

اور جو مورخ جس ماحول میں پیدا ہوا تھا اس نے اپنے ان اثرات کے ساتھ اس ریکارڈ کو اپنی زبان میں منتقل کر کے تاریخ لکھ دی۔

جب مورخ کا قلم حرکت پذیر تھا تو کوئی ذی حیات گواہ کے طور پر موجود نہ تھا۔ صرف علامات، آثار اور ذرائع اخبار سے ہاتھ لگے انہیں قلمبند کر دیا یہاں تک حال کے واقعات جو پیش نظر تھے ان کا مجموعہ تیار کیا جس میں گردوپیش کے حالات کے علاوہ دور دراز سے آنے والی خبروں اور لانے والے کے بیان پر مشتمل تھا۔ جیسے جیسے وقت بدلا اور تغیرات نے جنم لینا شروع کیا تو مورخ "غائب" ہوگیا اور صرف تاریخ کا نوشتہ باقی رہ گیا۔ کسی نے سوال کیا "بھائی تاریخ کیوں پڑھائی جاتی ہے۔ جواب ملا کہ ماضی کے گذرے ہوئے واقعات اور اونچ نیچ۔ سختی - نرمی - مزاج - چلن - تہذیب اور گلچر کا ڈھانچہ ہوتی ہے گزرے زمانے افراد کی طرز زندگی سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے جس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جس کمزوری کمیابی اور برائی نے ماضی میں ہلچل مچا رکھی تھی اس کا مداوا تلاش کیا جائے اور جو ارتقا کے تکامل میں جہاں تک سفر طے کر چکے تھے ان کی کامیابیوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس میں مزید پیش رفت لائی جائے یعنی غائب کے فیوض سے ارتقا کی روح کو مزید

2 1436

تقویت دی جائے اور قوم و ملت اپنے پیچھے چھوٹ جانے والے عہد کو اپنی وراثت میں وہ راستے دکھادے جن پر چلنے سے آنے والی نسل ایک ترقی یافتہ، پر سکون اور قدرت کے وسائل سے مستفید ہونے کی اہلیت پیدا کرلے۔

یہ فائدہ تاریخ کے پڑھنے کا ہے اور اس کی تمام اساس غائب پر ہے ۔ مورخ، اس کا ماحول، اس کی چند سالوں کی زندگی اور جس منطقہ میں رہتا ہے یا جہاں تک اس کی پہونچ ہے ایک محدود دائرہ سے باہر ہیں۔

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ غائب کا ایک مخصوص منطقه اور محدود زندگی کا ما حصل ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

اسلام کی بد نصیبی

ایک طرف مرسل اعظم کی پیش گوئی کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہوں گے۔ یہ سلسلہ علی علیہ السّلام سے شروع ہوگا اور قائم پر منتہی ہو گا اس کا نام میرا نام ہو گا۔ اس کی کنیت میری کنیت ہوگی وہ اس دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح یہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ دوسری طرف قرآن نے شہادت دی خدانے فرمایا :

"ہم احسان کریں گے ان پر جو اس دنیا میں کمزور کر دیئے گئے ہیں اور ان کو اس دنیا کا وارث (مالک) اور امام بنائیں کے ۔ "

علی علیہ السّلام آئے۔ آپ کے بعد آپ کی نسل کا سلسلہ شروع ہوا جنھیں فرزندان رسول کے نام سے امت نے پہچانا (بلا تفریق) یہ سلسلہ تقریبا تین صدی تک کی حدود میں تمام ریکارڈ اور اخبار کی ایک دستاویزی حیثیت کے ساتھ قائم ہو گیا۔ پھر بارہویں کے لئے تمام وہ احتیاطی اقدام بروئے کار آئے جوکسی قسم کا کوئی ریکارڈ ضبط تحریر میں بغرض نبوت باقی نہ رہے لیکن ایسا نہیں ہوا اور ریکارڈ پیشن گوئی مرسل اعظم اور آیات الہی کی روشنی میں قائم ہوتا تھا وہ روشن دلیلوں کے ساتھ اظہر من الشمس رہا۔ مضمون میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کم ستر سال کی حیات طیبہ جسے غیبت صغرا کہتے ہیں بارہویں جانشین مضبوط دلیل اور حجت تامہ کے ساتھ ملت اسلامیہ کی تمام مخالفتوں کے باوجود قائم کر دیا اور پھر غیبت کبری کا دور شروع ہوا جو ماضی کے تمام نقوش کے ساتھ حال اور مستقبل کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نہ کسی کو (یعنی مخالفین و معاندین کو) پیشن گوئی مرسل اعظم سے انکار ہے اور نہ آیہ کریمہ کی تفسیر پر کسی کو شک ہے کہ یہ آیہ کریمہ محکم اور بین ہے۔

لیکن اس بد نصیب قوم کو کیا کہا جائے کہ جب حالات اور تاریخ کے ریکارڈ سے تمام علامات، ثبوت، نقوش کا الحجر سامنے رکھے جاتے ہیں تو کہتے ہیں ابھی مہدی آخر الزماں علیہِ السلام پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ پیدا ہوں گے اس وقت صادق القول کی پیشن گوئی اور آیہ کریمہ کی تفسیر اپنی صداقت پر پوری اترے گی۔

ہر شئے محسوس سے معلوم کی طرف سفر کرتی ہے۔ ذرا ایک نظر (جسے نظر ہوشیار کہ سکتے ہیں) ڈالئے تاریخ کے اس سلسلے پر جہاں سے مرکز اختلاف نے جنم لیا اور آج تک کیا ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے اس پر گہری نظر ڈالیے۔ اور پھر دیکھئے کیا احساس اجاگر ہوکر معلوم کی کن روشن منزلوں پر متمکن ہوتا ہے۔

دور حاضر میں ہمارے علما، خطیب، ذاکر جب امام عصر علیہ السلام کی ولادت کے مواقع پر جشن نور کے انعقاد میں تشریف لاتے ہیں اور عوام سے خطاب کرتے ہیں تو، عمر حضرت حجت علیہِ السلام کے طولانی ہونے پر اکثر حضرت ادریس، حضرت یونس اور حضرت نوح علیہ السّلام کے

3 1436

بارے میں دلائل دیتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ طول عمر کا ہونا کوئی نئی بات یا ناممکنات میں سے نہیں لہذا معترض کے اعتراضات طول عمر کے بارے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے غیبت طولانی ہونے کے بارے میں حضرت خضر علیہ السّلام کی مثال دیتے ہیں اور پھر شیطان کے غیب میں بکھرے ہوئے گمراہ کن جالوں اور چالوں کے بارے میں روشنی ڈالتے ہیں یہ کہ کر کہ جب گمراہ کرنے والا شیطان دکھائی نہیں دیتا تو کیا ہدایت کرنے والا جو منصوص من اللہ ہے غیب میں رہ کر رہبری اور قیادت انسان کے فرائض انجام نہیں دے سکتا۔ (سچ تو یہ ہے کہ اندھے کے آگے روئے اپنا دیدہ کھوئے)۔

یہ آوازیں اپنے جشن میں گونجتی ہیں۔ وہاں جہاں تاریخ اور پیدائش ولادت امام عصر علیہ اسلام اور آپ کی امامت اور نواب اربعہ کے ذریعہ غیبت صغری اور انپاکیزہ نفوس کی قبروں کی زیارت، پھر غیبت کبری میں علما کی قیادتیں۔ ان کے حالات، ان کی تعلیمات، حضرت ولی عصر علیہ السلام کے ذریعہ ان کی سر پرستی،۔ دستگیری، کمک اور ہدایت کے مضبوط ثبوت کے ساتھ ایسی دستاویز موجود ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا لیکن وہ جو حکومت کے پرورده اور فرزندان رسول کو گوشہ نشینی پر مجبور کر دینے والوں کا گروہ جن سے محفوظ رکھنے کے لئے غیبت، طولانی عمر، یہ غائبانہ قیادت کا سلسلہ بارہ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور وقت ظہور تک چلتا رہے گا اس کی نشاندہی، آگہی اور جبر اس آیہ کریمہ میں کہ ہم ان کو اس زمین کا وارث قرار دیں گے جو کمزور کردیئے گئے ہیں اور انہیں ہم امام قرار دیں گے۔ اس آیہ کریمہ کے ہر لفظ اور حرف میں حقیقت کا لہو دوڑ رہا ہے۔ اور نجات کی روشنی دے رہا ہے اور دیتا رہے گا۔ ایک طرف یہ آیت کریمہ ہے اور دوسری طرف مرسل اعظم کی پیشن گوئی ہے جو راہِ ہدایت و قیادت کو اس طرح روشن کر رہی ہے کہ بہکنے کی کوئی صورت ہی پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مرسل اعظم کا قول اور اللہ تعالی کا ارشاد گرامی کا بیان ایک طرف بارہ جانشینوں کی حیات طیبہ اور علم و عمل پر سحر انگیز سیرت، جس پر کوئی اُگنلی اٹھانے کی جرات نہیں کر سکا تو پھر یہ تاویلات، یہ اعتراضات، کیوں ؟ یہ منکران حجت کیا وجہ ہے کہ ایک طرف خدا کی قدرت پر یقین بھی رکھتے ہیں اور دوسری طرف حضرت حجت علیہ اسلام کے وجود اقدس سے انکار بھی کرتے ہیں کیا کوئی جانکار اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ فرعون کی لاش عبرت کے لئے دریائے نیل کے کنارے ڈال دی گئی۔ یہاں بھی اور سمندری دنیا کے تمام ذی حیات جو آدم خور ہیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مردہ باقی رہ سکتا ہے۔ عبرت کے لئے۔ عبرت کے سلسلے ہوتے ہیں انسان کی عقل و دانش میں حقیقت کا اجالا دینے کے لئے۔ کیا یہ لمحہ فکر یہ نہیں ہے؟ کیا یہ عبرت کے سلسلے انسان کو متوجہ نہیں کرتے ہیں کہ بے جان فرعون کو باقی رکھنے والا انسان کی ہدایت و رہبری قیادت، یقین، صبر اور اپنے حبیب کی جانشینی کے لئے اپنی تجلّی کا مجلی اس زمین پر آنے والی اقوام کے لئے باقی نہیں رکھ سکتا؟ چونکہ حکومت کی مصلحت آمیز جھوٹی سیاست کی تھاپ پر ناچنے والی باتیں اور استکباری تبلیغات کے سایہ میں چلنے والی قوم کی نسلیں بڑھتی گئیں اور اس طرح جہالت

کے دبیز پردے کے بعد دیگرے ہر عہد میں پڑتے گئے۔ ہمارے تشنہ لب امام حسین علیہ السّلام کتنے سچے تھے۔

"اے یزید کے جفا کار لشکری سپاہیو تمہارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے تم میرے بیان کردہ اقوال کو نہیں سن رہے ہو۔ "

جہاں جہاں مذکورہ بالا عناصر لئے ہوئے ملت اسلامیہ کے وہ افراد جو اکثریت میں ہیں قیادت غائبانہ سے منحرف ہوتے جائیں گے نظر ہوشیاری دم توڑنے لگے گی اور بے انصافی، ظلم، جھوٹ، مکاری۔ جہالت... کی مسموم فضا میں ہر بے خبر سانس لیتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ظہور امام عصر کا وقت آجائے گا جب مظلوم فریادی حق پرست وقت گو قیادت غائبانہ پر محکم یقین رکھنے والے دربار خلیفہ خدا میں فریاد کریں گے اور منتقتم ایک ایک سے بدلا لے گا عدل و انصاف کا پرچم اس کے سر اقدس پر لہرا رہا ہو گا اور مظلوم ظالم کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر فریاد کرے گا۔ اور فریادرس اس کی فریاد پر ظالم کو سزا سنائے گا۔

لہٰذا تقاضہ عقل و خرد یہی ہے کہ حکمت الٰہیہ اور رسالت بالغہ پر غور و فکر کر سکیں ۔ جزبے سنوار نے کے لئے تمام اسباب سامنے ہیں لیکن سب کچھ قیادت غائبانہ در نظر ہوشیار کے لئے ہے۔

4 1436

اخلاقیات ظہور - معنوی اور روحانی تیاریاں

مقصد اور تیاری میں رابط کا ہونا ضروری ہے۔ اگر امتحان میں کامیابی مقصد ہے تو تیاری کا ایک خاص انداز ہوگا۔ اگر سفر مقصد ہے تو تیاری کا انداز دوسرا ہو گا کسی شادی میں جانے کا اندازِ مجلس غم میں شریک ہونے سے جدا ہے۔ اگر ہم لوگ اس وقت حضرت ولی عصر علیہ السلام کے ظہور پرنور کا انتظار کر رہے ہیں اور وقت ظہور ان کے اعوان و انصار میں شامل ہونا چاہتے ہیں، اس کی تیاری کا اندازہ کچھ اور ہو گا۔ یہ کسی عام جلسہ یا کسی تحریک میں شامل ہونا نہیں ہے۔ یہ ایک نظام الہی و آسمانی میں شامل ہونا یا شریک ہونا ہے جس کی سرحدیں وہاں تک ہیں جہاں تک "رب العالمین کی ربوبیت" ہے ظہور کے لئے کس طرح کی تیاری کی ضرورت ہے اس کے لئے ظہور کی خصوصیات کو سامنے رکھ کر تیاری کرنا ہوگی۔

زمانہ ظہور کی خصوصیات

زمانہ ظہور کی اپنی خصوصیات ہیں ان خصوصیات سے ہماھنگ ہونے کے لئے اسی نہج پر تیاری کرنا بھی لازم ہے۔ انہیں خصوصیات سے متصف رفتار وگفتار، غرض کردار کی ہر نوعیت کو اسی کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔

زمانۂ ظہور کی ایک واضح خصوصیت یہ ہے کہ وہ حقیقتوں کا زمانہ ہو گا۔ اس وقت تمام پردے اٹھ جائیں گے۔ حقیقتیں ابھر کر سامنے آجائیں گی کوئی بھی اپنی حقیقت کسی بھی صورت میں چھپا نہیں پائے گا۔ اس کا واقعی چھرہ امام وقت کے سامنے ہو گا۔ امام کو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے وہ لوگوں کے درمیان جناب داؤد کی سیرت پر مل کریں گے۔

اب ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جناب داؤدکی سیرت کیا تھی؟ اور ہمارے نبی کریم کی کیا سیرت تھی؟

جواب یہ ہے: خداوند عالم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ظاہر کے مطابق فیصلہ کریں۔ جب کہ جناب داؤد علیہ السّلام کی ذمہ داری تھی کہ وہ واقعیت کے اعتبار سے فیصلہ کریں۔ ہمارے امام زمانہ علیہ السّلام کو خداوند عالم وہ علم عطا کرے گا جس کی بنا پر تمام واقعات اپنی حقیقتوں کے ساتھ امام زمانہ علیہ السّلام

کے سامنے ہوں گے۔ ان کو کسی واقعہ کے لئے کسی گواہ اور بینہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ واقعات پوری طرح ان کے سامنے واضح ہوں گے۔

زمانہ ظہور حقیقت اور صداقت کا زمانہ ہے۔ پردے اٹھ جائیں گے حقائق سامنے ہوں گے اس سلسلہ میں روایتوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جس وقت حضرت حجت کا ظہور پر نور ہو گا۔ اس وقت حضرت حجت لوگوں کے سروں پر اپنا دست مبارک پھیریں گے جس سے ان کی عقلیں کامل ہو جائیں گی۔

(کمال الدین, ص ۶۷۵, ح۳۰)

اس سے واضح ہوتا ہے ظہور کا زمانہ عقل وحقیقت کا زمانہ ہے وہم و خیال کا زمانہ نہیں ہے۔ جب عقل کامل ہو جائے گی تو پھر کسی بات کو چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ عقل واقعات کو ان کی حقیقی صورت میں پیش کرے گی۔ بس آپ اتنا تصور کریں جب کامل عقلیں حقائق کو پیش کریں گی تو صورت حال کیا ہوگی۔ اس وقت لوگ ایک دوسرے کے ساتھ حقیقت کی بنیاد پر پیش آئیں گے۔ ریا کاری اور ظاہر داری کی بنیاد پر نہیں۔

اگر ہم اس وقت کے حالات کا جائز لیں اس وقت ہم لوگ نہ

5 1436

معلوم کتنے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام فرماتے ہیں

لو تکاشف ما تداف

(امالی صدوق، ص ۵۳۱, ح ۷۱۸/۹)

اگر تمہارے راز ایک دوسرے پر منکشف ہو جائیں تو تم ایک دوسرے کو دفن نہ کرو

یعنی ایک دوسرے کو مسلمان سمجھو۔ اس وقت خداوند عالم کا بڑا احسان ہے۔ ساری حقیقتوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ورنہ زندگی کس قدر دشوار ہو جائے۔ موجودہ حالات جہاں روز مرہ کی زندگی کے لئے ایک عظیم نعمت ہی ہے۔ وہیں پر وقت مناسب اور بہترین فرصت بھی ہے ظہور امام علیہ السّلام سے پہلے خود کو تیار کرنے کے لئے خود کی اصلاح کے لئے اس وقت کچھ اس انداز سے اپنی اصلاح کریں کہ کل جب امام علیہ السّلام کے سامنے جانے کی سعادت نصیب ہو اس وقت شرمندگی نہ ہو۔

اس وقت کچھ پردے تو خداوند عالم کے رحم و کرم نے ڈال رکھے ہیں اور کچھ پردے خود ہم نے اپنے آپ پر ڈالے ہوئے ہیں جن کی بنا پرتمام عیوب ونقائص کے باوجود اس وقت زندگی آسان ہے۔ لیکن لظہور کے زمانے میں نہ فساد کرنے کا موقع ملے گا اور نہ ہی فساد کرانے کا۔ اس وقت حضرت ولی عصر علیہ السلام خداوند عالم کا دین الہی و آسمانی پیغام تمام جزئیات کے ساتھ نافذ کریں گے اس وقت تقیہ وغیرہ کا کوئی موقع نہیں ہو گا اس وقت ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خود کو کچھ اس طرح سے تیار کریں کہ ظہور کے بعد حقیقت کا سامنا کرنے میں کوئی دقت و پریشانی او کسی طرح کی شرمندگی محسوس نہ ہو۔

یہ ظہور سے پہلے کا زمانہ ہماری اصلاح کا بہترین وقت ہے۔

حقیقت و صداقت کا سامنا کرنے کی تیاری کا وقت ہے اس انمول فرصت سے بہترین استفادے کا وقت ہے ظہور کے وقت ایسا بھی موقع آئے گا جب لوگوں سے ان کی جائیداد واپس لے لی جائے گی اور کہا جائے گا یہ زمین کا گھر تھارا نہیں ہے، کسی اور کی ملکیت ہے۔ یہ زمین اور گھر اس کو دیا جائے گا جو اس کا واقعی حقدار ہے۔ ابھی سے اپنے ذہن کو اس بات کے لئے تیار کرلیں۔ تا کہ اگر اس وقت ہم کو ہماری جگہ زمین، گھر، منصب و عہدہ سے ہٹایا گیا تو ہم اس کے لئے تیار ہوں اور کوئی احتجاج نہ کریں بلکہ امام کے حکم کے سامنے پوری طرح تسلیم ہوں۔

اس وقت ہمیں حقیقت کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے لئے بڑے بڑے عنوان تیار کر لیتے ہیں۔ مختلف منصب اور عہدہ اپنے لئے منتخب کر لیتے ہیں اور اس خیال میں زندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ خیالی سلسلہ جاری رہا اور امام کا ظہور ہوگیا اور ان کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف ملا اور امام علیہ السّلام نے فرمایا "تمہاری تو کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔" تمہارے سارے عنوانات خیالی ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس وقت کیا ہوگا؟ اس وقت ہماری واقعی قدر و قیمت سامنے آئے گی کیونکہ یہ دن وہ دن ہو گا جس دن قرآن کے بقول :

...هَٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ...

(سورہ مائدہ : آیت ۱۱۹)

یہ دن وہ ہوگا جس دن سچ بولنے والوں کو ان کی صداقت فائدہ مند ہوگی۔

کیا قیامت کے دن کوئی بھی شخص امام کے سامنے اپنی باطل حقیقت پیش کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اپنا اصلی چہرہ چھپا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اس دن حقیقت کی بنیاد پرحساب وکتاب

6 1436

ہو گا۔ حساب و کتاب کا معیار تقوی پرہیز گاری اور ایمان ہو گا۔ وزن بڑھانے اور شخصیت کو اونچا کرنے کے تمام باطل معیارختم ہو جائیں گے اس وقت بس "حق" معیار ہوگا. کسی بھی صورت میں اپنی حقیقت کو امام سے چھپا نہیں سکتے ہیں اس وقت حقیقت کا سامنا کرنا ہو گا۔ تو کیا یہ اچھا نہیں ہو گا کہ ہم ابھی سے حقیقت پسند زندگی بسر کرنے کی عادت ڈال لیں تا کہ وقت ظہور بھی اسی طرح رہیں جیسے اس وقت ہیں۔

جب اس وقت میں ہماری حقیقت دکھادی جائیگی تو کیایہ مناسب ہے کہ اس وقت اجتہاد کا دعوی کر دیں اور اپنے نام کے سامنے مجتہد لکھوائیں جب کہ واقعاً اجتہاد کے بلند مرتبہ پر فائز نہ ہوں۔ امام وقت کی نیابت عامہ کا دعوی کریں جب کہ تقوی و پرہیزگاری کی اس منزل پر نہ ہوں۔ ان امور کی سر پرستی اور ان اداروں کی سربراہی قبول کریں جب کہ اس کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔

چونکرہ ظہور کا کوئی وقت معین نہیں ہے کسی وقت بھی ظہور ہوسکتا ہے خود اپنا حساب کریں۔ اپنے ظاہر و باطن کو ایک کریں۔ باطل خیالات اور خیالی عنوانات سے خود کو پاک وصاف کریں حقیقت کے آئینہ میں اپنا مشاہدہ کریں خود اپنا محاسبہ کریں تا کہ اچانک کسی ایسی صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کے لئے ہم تیار نہ ہوں کیونکہ قیامت کے دن یہ منظر بار بار دیکھنے کو ملے گا جب کچھ لوگ یہ کہ رہے ہوں گے "کاش ہمیں ایک موقع اور مل جاتا" اور جواب ملے گا ہرگز نہیں اگر ان کو وقت دے بھی دیا جائے تو وہی کریں گے جو اب تک کرتے رہے ہیں۔ کیونگ ظہور کے بعد پھر کوئی معذرت کام نہیں آئے گی۔

زمانہ ظہور کے بعض تقاضے

حضرت حجت علیہِ السلام کے ظہور کا زمانہ حقیقتوں کا زمانہ ہوگا صداقتوں کا زمانہ ہوگا۔ اس زمانہ ظہور کے کچھ تقاضے ہیں بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱ ۔ صداقت کردار :

اس وقت ہماری ایک ذمہ داری ہے۔ ہم خود اپنی ذات اپنے نفس و روح کے سامنے حقیقت پسند ہوں پاکیزہ کردار رکھتے ہوں۔ جو شخص خود اپنے آپ کے سامنے سچا ہے وہ مطمئن اور پرسکون ہے وہ اپنی حقیقت پر پردہ ڈالنے کا محتاج نہیں ہوگا۔ وہ اپنی ذات کے لئے بھی سعادت مند ہے اور دوسروں کے لئے بھی سعادت و خوشی کا سبب ہے۔ لوگ اس کا احترام کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کو حقیقت و صداقت سے بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کرتا ہے ۔ وہ لوگوں کا احترام کرتا ہے لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔

۲۔ دینی تعلیم :

اپنے نفس کو احکام خداوندی کا پابند بنانے کے لئے تعلیمات اسلامی کا جانا لازمی و ضروری ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات احکام خداوندی اہل بیت علیہم السّلام کی گرانقدر میراث ہے۔ یہ دنیا کا بے انتہا قیمتی خزانہ ہے جو اہل بیت علیہم السّلام نے عطا فرمایا ہے۔ وہی تعلیمات ہیں جو ان کے عظیم اصحاب نے ہم تک پہنچائی ہیں۔ اُنہیں تعلیمات کی نشرو اشاعت کے لئے اس کی حفاظت کے لئے، دوسروں تک یہ میراث پہونچانے کی خاطر، ان لوگوں نے طرح طرح کی اذیتیں برداشت کی ہیں۔ اسی راہ پر سینکڑوں افراد نے جام شہادت نوش کیا ہے۔ شہید اول سے لے کر آج تک شہداء اسی راہ سعادت پر چلتے ہوئے شہادت سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں۔ اہلِ بیت علیہم السّلام کی تعلیمات پر مشتمل ایک صفحہ لکھ کر محفوظ رکھیں اور دوسروں تک پہنچادیں۔ یہ عظیم کارنامہ دینی مدارس اور حوزات علمیہ نے انجام دیا ہے کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ یہ علماء، مدارس و

7 1436

حوزات میں غسل و وضو اور حیض و نفاس کے مسئلہ بیان کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کرنا احکام خداوندی کا مذاق اڑانا ہے۔ دینی تعلیمات صرف چند سماجی اور سیاسی مسائل کا نام نہیں ہے بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور یہی آسمانی میراث ہے۔

اگر ہم یہ جانتے ہیں کے ظہور کے وقت ہم ایسے انسان ثابت ہوں جو امام عصر علیہ السلام کی نظروں میں قابل قبول ہوں تو چاہیے کہ ابھی سے دینی تعلیمات سے آشنا ہوں تا کہ اپنی حیات کو، اپنی نفس کو اس کے مطابق شکل وصورت رنگ و انداز عطا کرسکیں اس کے لئے اجتہاد کی عظیم منزل تک پہونچنا ضروری نہیں ہے لیکن زندگی میں پیش آنے والے ضروری مسائل کا جاننا ضروری ہے۔ عبادت، نماز، روزہ، زکوۃ،

خمس، نجاست..... ایک دوسرے کے حقوق ... وغیرہ مسائل کا باقاعدہ جاننا ضروری ہے تاکہ ہم اپنی زندگی الٰہی تعلیمات کے مطابق بسر کر سکیں اپنا ظاہر و باطن اپنی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔

۳ بصیرت کامل :

ظہور سے پہلے کی تیاریوں میں ایک مرحلہ، جس کی وقت ظہور بہت ہی زیادہ اہمیت ہوگی وہ بصیرت و معرفت کے ساتھ صحیح عقیدہ ہے۔ اگر وقت ظہور عقیدہ درست نہ ہو یا عقید مستحکم نہ ہو بلکہ متزلزل ہو۔ عقائد کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی ہو اور صحیح جگہوں سے عقیدہ نہ لیا ہو۔ تو ظہور کے وقت بہت ہی زیاد مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جس کو امام اور امامت کی پوری معرفت نہ ہوگی امامت کی اہمیت اور اس کے اختیارات سے واقف نہ ہو گا اور دل کی گہرائیوں سے قبول نہ کرتا ہو گا تو ہوسکتا ہے کہ ظہور کے وقت امام علیہ السّلام کے فیصلوں پر اعتراض کرے۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں جو امام کے لشکر میں ہیں لشکر کے سربراہ ہیں مگر امام علیہ السّلام کے فیصلوں پر راضی نہیں ہیں بلکہ امام علیہِ السلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کی سزا اس زمانہ میں قتل ہوگی کیونکہ امام علیہ السّلام کا ہر فیصلہ حقیقت پر مبنی ہو گا اس میں ذرہ برابر اشتباہ اور خطاو جذبات نہیں ہوں گے اس صورت میں اعتراض کرنا واضح حقیقت کا انکار کرنا ہے اور اپنی عقل کو امام علیہ السّلام سے بہتر سمجھنا ہے اور یہ عقیدہ امامت کے تصریح خلاف ہے۔

امام علیہ السّلام کو کسی ایک کو بھی قتل کرنے کا شوق نہیں ہے، وہ علیہِ السلام تو لوگوں کو زندگی عطا کرنے آئے ہیں، دنیا کو عدل و انصاف سے آباد کرنے آئے ہیں۔ اس بنا پر ظہور سے پہلے جس کا عقیدہ قرآن و حدیث کی مستحکم بنیادوں پر استوار نہیں ہوگا ، اہل بیت کی کامل معرفت نہ ہوگی اس طرح کے لوگ امتحانات میں ناکام ہوں گے کیونکہ ظہور کے بعد ایسے واقعات پیش آئیں گے کہ جب امام فرمائیں گے اب تک تم لوگ جس بات کے عادی تھے وہ غلط تھیں صحیح بات یہ ہے جو آپ فرمائیں گے۔

اگر ہمارا عقیدہ نہایت مضبوط اور مستحکم ہو گا اس بات کا پورا یقین ہوگا کہ امام حجت خدا ہیں معصوم ہیں ان کے کسی بھی حکم میں ذرہ برابر جذبات اور خطا و اشتباہ نہیں ہے اور اس حکم پر عمل کرنا ہی ہماری سعادت ونجات کا سبب ہے تو ان کے سامنے تسلیم ہونا نہایت آسان ہوجائے گا اور دل میں بھی کوئی خلش پیدا نہیں ہوگی۔ ہماری نمازیں حکم امام کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ اگر اس میں تشکیک کا

شائبہ ہے۔ ہرگز اس طرح کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گے کے امام علیہ السّلام کا یہ حُکم ان کے اجداد کی شریعت کے خلاف ہے۔ البتہ جن لوگوں کا عقیدہ امامت مستحکم ہو گا وہ اس طرح کے اعتراضات کر سکتے ہیں کہ آپ کا حکم روایات کے خلاف ہے۔ اس

8 1436

طرح کا اعتراض کرنے والے اپنے علم و تحقیق کے خیال میں اس حقیقت سے غافل ہوں گے جن باتوں پر ان کی نظر ہے اور جو روایتیں ان کے سامنے ہیں وہ سب امام علیہ السّلام کے سامنے اس طرح واضح ہیں جیسے ہتھیلی پر سکہ۔ امام علیہ السّلام کے سامنے اپنے علم و تحقیق کا اظہار کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ اس شخص کا عقیدہ امامت درست اور مستحکم نہیں ہے۔

اس بنا پر اس وقت ہماری اہم ذمہ داری ہے کہ ہم علم دین حاصل کرنے کی واقعا سنجیدہ کوشش کریں اس طرح کے جلسات اور کلاس میں باقاعدہ شریک ہوں جہاں قرآن و حدیث کی روشنی میں درس دیا جاتا ہے۔ کورس مکمل کرنے کے بعد تعلیم کا سلسلہ ترک نہ کریں مسلسل درس حاصل کرتے رہیں تا کہ بات ہمیشہ تازہ رہے اور دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے۔ ہماری رگ و پے میں سما جائے اور ہماری ذات کا جزو بن جائے۔

آسانیاں نہیں ذمہ داریاں

جب حضرت حجت علیہِ السلام کے ظہور کا تذکرہ ہوتا ہے تو عام طور سے ذہنوں میں آسانیاں، فراوانیاں اور نعمتیں ہی آتی ہیں۔ وہ زمانہ وہ ہوگا اس وقت کوئی درد وغم نہ ہوگا۔ قتل و غارت گری نہ ہوگی۔ فتنہ و فساد نہ ہو گا۔ ہر طرف امن ہی امن ہو گا... اس وقت یقینا آسانیال ہوں گی اور ایسی آسانیاں ہوں گی جس کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ زمانہ ہی کچھ اور ہو گا۔

ان آسانیوں کے ساتھ ساتھ زمہ داریاں بھی ہوں گی نہایت ہی اہم، جن کی پابندی میں ہوشمندی اور احتیاط لازم ہوگی۔

امام علیہ السّلام کی حکومت پوری کائنات پر ہوگی ساری دنیا پر اسلامی حکومت اور وہ بھی غدیری اسلام کی حکومت ہوگی یہ سب کچھ آسانی سے نہیں ہو جائے گا بلکہ تمام باطل طاقتیں مقابلہ پر آئیں گی۔ غدیری اسلام کو پھیلنے سے روکیں گی۔ سارے کام معجزہ سے نہیں ہوں گے۔ جنگ ہوگی جنگ میں سپاہیوں کی ضرورت ہوگی۔ ساری دنیا میں اسلام ہوگا آپ بس تصور کریں اس وقت سارا چین، روس، یورپ، امریکہ، افریقہ

ایشیاء کے تمام ممالک اسلام قبول کر لیں گے اس وقت ان کو اسلامی تعلیمات اور احکامات کی ضرورت ہوگی سب کے سب ایک رات میں تو عالم فاضل نہیں ہو جائیں گے اس وقت کثیر تعداد میں اسلامی تعلیمات سے باقاعدہ آشنا مبلغین کی ضرورت ہوگی۔

لہذا ہم شیعوں کی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو قبول کرنے کی ابھی سے تیاری کریں کوئی معمولی ذ مہ داری نہیں ہے ہم بھی ایک رات میں عالم فاضل نہیں ہو جائیں گے لہذا بس ابھی سے اس کی تیاریاں شروع کردی جائیں۔ اس میدان میں عورتوں کی ذمہ داری مردوں سے کم نہیں ہے۔ اس وقت عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے باقاعدہ پڑھی لکھی عورتوں کی ضرورت ہو گی یہ بات عرض کر چکے ہیں ہر کام معجزہ سے نہیں ہو گا بلکہ اپنی طبیعی روش سے ہو گا۔ میدان جنگ میں عورتوں کی ضرورت ہوگی۔ لیکن تعلیم و تربیت کے میدان میں تعلیم یافتہ اور صحیح عقیدہ رکھنے والی عورتوں کی شدید ضرورت ہوگی اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کے مبلغین اور مبلغات کی ضرورت سپاہیوں سے زیادہ ہوگی۔ سپاہیوں کا کام تو فتح کے بعد ختم ہو جائے گا مگر تعلیم وتربیت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اس بنا پر اس وقت اس میدان میں کام کرنا ہم شیعوں کی نہایت اہم ذمہ داری ہے۔

اس کے علاوہ اس وقت نظام دنیا پانے کے لئے اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ اذہان کی بھی بہت شدید ضرورت ہوگی

9 1436

ان تمام میدانوں میں ذمہ داریاں انجام دینے کے لئے ابھی سے کام کرنا ہو گا۔

لہٰذا ظہور کا زمانہ سرف آسانیوں کا زمانہ نہ ہوگا بلکہ ذمہ داریوں کا زمانہ ہو گا اس وقت ظہور سے پہلے خود کو ان ذمہ داریوں کے لئے تیار کرنے کا زمانہ ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ وقت گذرجائے اپنے حصے کی تیاری اور کام کرلینا چاہئے۔

یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے صرف علمی میدان میں مہارت ضروری نہیں ہے صرف عقیدہ کافی نہیں ہے بلکہ اپنی نفس کی اس مرحلہ تک تربیت کرنا ہے جو امام علیہ السّلام کے ہر حکم کے سامنے اس طر تسلیم ہو جس طرح جناب ہارون مکی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے تسلیم تھے۔

<u>ہارون مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ</u>

تربیت نفس اور امام علیہ السّلام کے سامنے مکمل تسلیم ہونے کی خاطر یہ واقعہ نہایت سبق آموز ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں سہل بن حسن خراسانی آتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں اور نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں فرزند رسول آپ اہل بیت علیہم السّلام ہیں اور منصب امامت پر فائز ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ہے آپ اپنے حق کے لئے قیام کیوں نہیں فرماتے ایک لاکھ شیعہ تلوار لئے آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا: خراسانی بیٹھ جاؤ۔ خدا تمہارے حق کی حفاظت کرے۔ اس وقت امام علیہ السّلام نے اپنے غلام سے فرمایا۔ تنور روشن کرو۔ جب تنور روشن ہوا اور آگ کے شعلہ بھڑکنے لگے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا: اے خراسانی اس تنور میں بیٹھ جاؤ۔ خراسانی نے کہا:فرزند رسول مجھے آگ کا عذاب نہ دیجیۓ۔ مجھے معاف فرمائیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا : میں نے معاف کیا۔ اسی درمیان جناب ہارون مکی آن پہونچے ان کے ہاتھوں میں نعلین تھی۔ فرزند رسول آپ پر سلام ہو۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا: نعلین رکھ دو اور تنور میں بیٹھ جاؤ۔ ہارون مکی نعلین ہاتھ سے پھینکی اور تنور میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد امام علیہِ السلام خراسانی سے خراسان کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا امام علیہ السّلام وہاں موجود ہی نہیں اور خراسانی بہت ہی بے چین تھے۔ امام علیہ السّلام نے خراسانی سے کہا جاؤ دیکھو تنور میں کیا ہے؟ خراسانی کا بیان ہے میں نے دیکھا کہ ہارون آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ امام علیہ السّلام نے ہارون سے کہا باہر آؤ ہارون باہر آئے اور امام کو سلام کیا۔

اب امام علیہ السّلام نے خراسانی سے دریافت کیا: "خراسان میں اس طرح کے لوگ کتنے ہیں؟" خراسانی نے کہا: اس طرح کا تو ایک آدمی بھی نہیں ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا۔

خدا کی قسم ایک بھی نہیں ہے۔ ہم اس وقت تک قیام نہیں کریں گے جب تک اس طرح پانچ افراد مارے مددگار نہ ہوں ہم مناسب وقت کو بہتر جانتے ہیں۔

(مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۳۶۳-۳۶۲)

ظہور کے وقت جب حضرت حجت علیہِ السلام کی حکومت قائم ہوگی اس وقت حقیقت و صداقت کا زمانہ ہو گا حقیقت کے علاوہ کوئی اور چیز قبول نہ ہوگی۔ ہم یہ نہیں کہتے اس وقت سب کو ہارون کی ہو جانا چاہیے اور پوری طرح تسلیم ہو جانا چاہیے۔ ہارون

مکی کے درجہ تک پہونچنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے مگر کم از کم اس راستے پر قدم تو رکھنا چاہیئے۔ تسلیم کے درجات کے لئے نفس کو آمادہ کرنا چاہیے۔

اس زمانہ میں کچھ لوگ روایتوں پر اعتراض کرتے نظر آتے

10 1436

ہیں۔ کبھی کہتے ہیں روایتیں ضعیف ہیں۔ کبھی کہتے ہیں خلاف عقل ہیں۔ یہ لوگ اپنی عقل کو امام علیہ السّلام کے او پر حاکم قرار دے رہے ہیں۔ جب اس وقت نفس چند روایتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور اعتراض کر رہا ہے تو ظہور کے بعد امام کے فیصلوں پر کس طرح راضی رہے گا اور کس طرح حکم امام علیہ السّلام کو تسلیم کریگا۔

اس طرح کی تسلیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بت پرست ہیں بلکہ تسلیم اس عقیدہ کی بنا پر ہے کہ ہم امام کو معصوم جانتے ہیں۔ حجت خدا جانتے ہیں ان کی مکمل اطاعت کو ضروری جانتے ہیں۔ حضرت امام علی علیہ السّلام نے اپنے بعض اصحاب کی صفت اس طرح بیان فرمائی ہے۔

وثقوا بالقاء فاتبعوہ د

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۲)

اس قائد و امام پر پورا پر اعتماد رکھتے ہیں اور پیروی کرتے ہیں۔

امام سے ملاقات

ہم سب کی یہ دلی خواہش ہے اور بار بار دعا کرتے ہیں کم ازکم زندگی میں ایک مرتبہ ہی حضرت ولی عصر علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے اگر اس وقت زمانہ غیبت میں امام علیہِ السلام سے ملاقات کا شرف نصیب نہیں ہو رہا ہے تو ظہور کے زمانہ میں یہ سعادت حاصل ہوگی۔ اس وقت نہ ان کے دیدار کا شرف نصیب ہورہا ہے اور نہ ہی ان کی دلنواز آواز سننے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس وقت نہ ان کے پاس بیٹھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ جب حضرت حجت

علیہِ السلام ظہور فرمائیں گے اس وقت یہ شرف و سعادت ہر ایک کو حاصل ہوگی۔ دیدار امام کی آرزو ہر ایک مومن کے دل میں ہے اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے نہ معلوم کس قدر آنسو بہائے گئے ہیں۔ ہزاروں سال سے مومنین نے نماز شب میں گڑ گڑا کر دیدار امام علیہ السّلام کی دعائیں مانگی ہیں۔ دعائے عہد کے ذریعہ ہر صبح دیدار امام کے لئے دست بدعا رہتے ہیں۔ زندگی بھر ایک نظر کے لئے تڑپتے رہتے ہیں۔

ایک سوال یہ ہے وہ ذات اقدس و اکمل جو تمام گذشتہ انبیاء و اولیاء کی صفات کا مجموعہ ہے، جو عطر گلستان نبوت و امامت و عصمت ہے، وہ جو حجت خدا ہے، بقیة اللہ الاعظم علیہِ السلام ہے، جو دروازہ قربت خداوندی ہے، جس کے ذریعہ اولیاء، اوصیاء، انبیاء فرشتگان مقرب، حاملین عرش کرسی نشینان، جن کی خدا کی بارگاہ میں رسائی ہے اور جس کے ذریعہ سب کو خدا کافیض حاصل ہورہا ہے کیا اس ذات اقدس و اکمل کی زیارت اور ان سے گفتگو کرنے کا شرف آسان ہے۔ ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ حضرت حجت کی ملاقات آسان نہیں ہے۔ اس نور مجسم کی زیارت کا شرف جن بزرگوں کو نصیب ہوا آنکھ بھر کر زیارت نہ کر سکے نظریں جھک گئیں غشی کا عالم طاری ہوگیا۔ ہونا بھی چاہیے جب جناب موسی ان کے شیعوں کی تجلی برداشت نہ کر سکے اور غش کھاکر گر پڑے تو اس نور امامت و ولایت کی تجلّی کو کون برداشت کر سکتا ہے؟

اس دیدار کے لئے واقعاً صلاحیت و استعداد کی ضرورت ہے ہر چیز ہر ایک شخص نہیں دیکھ سکتا ہے دونوں میں کچھ نہ کچھ مماثلت ضروری ہے۔

جب کہ اس وقت ہماری صورت حال یہ ہے بعض جزئی اختلاف کی خاطر ہم دوسرے برادر مومن کے ساتھ ایک میز پر بیٹھنے کے لئے تیارنہیں ہیں جبکہ ایمانی درجات میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے جب معمولی سا اختلاف ملاقات اور گفتگو کا دروازہ بند کر دیتا ہے تو ہم حضرت حجت علیہِ السلام کے دیدار کی تمنا کی نظر کر سکتے ہیں؟

اگر ھم واقعا امام کے دیدار کی تمنّا رکھتے ہیں تو اخلاق، عقائد، اعمال تقوی، عبادت، تزکیہ نفس .... میں اس راستے پر قدم رکھنا ہوگا جو امام کا راستہ ہے ہم یقیناً تمام کوششوں کے باوجود اس عظیم منزل تک نہیں پہنچ سکتے ہیں لیکن اس راستے پر قدم تو رکھ سکتے ہیں اس سمت میں چل تو سکتے ہیں اس رنگ و انداز کو اپنانے کی کوشش تو کر سکتے ہیں۔

نہیں معلوم کس وقت ظہور ہو جائے کس وقت خانہ کعبہ سے آواز ظہور بلند ہو جائے ملاقات اسلام کا وقت آپہنچے اور ہم اپنے عقائد و اخلاق ... کے لحاظ سے اس کے لئے تیار نہ ہوں۔ خدا کی بارگاہ میں واقعا صدق دل سے دعا کریں کہ ظہور سے پہلے ہمیں ان صفات وکمال سے آراستہ کردے ہمارے وجود کو ان خوبیوں سے مالا مال کر دے جو دیدار امام کے لئے ضروری ہیں۔ ایسا نہ ہو ہم ملاقات کے لئے جائیں اور وہ منہ پھیر لیں۔ ہم کچھ اس طرح ہو جائیں وہ ہمارا استقبال اس طرح کریں جس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب حر کا کیا تھا۔

(یہ مضمون حضرت حجت الاسلام و مسلمین جناب حاج آقای سید علاء الدین موسوی دام ظلہ نجف اشرف کے ایک مضمون کا اقتباس ہے)

11 1436

شرح دعائے العہد

اسناد دعائے عہد

اس دعائے شریف کو معتبر شیعہ علماء اور محدثین نے اپنی گراں قدر کتابوں میں نقل کیا ہے جیسے علامہ شیخ محمد باقر مجلسی رحمۃاللہ علیہ نے بحار الانوار میں جلد ۵۳، ص ۹۵، باب ۲۹، ح ۱۱۱ سید ابن طاؤوس رحمۃاللہ علیہ کی مصباح الزائر سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ، محدث نوری رحمۃاللہ نے مستدرک الوسائل میں (ج ۵ ص ۳۹۳، باب ۴۱، ح ۶۱۶۹) اور شیخ عباس قمی رحمۃاللہ نے مفاتیح الجنان میں اسے درج کیا ہے۔ بر صغیر کی مشہور دعاؤں کی کتاب تحفۃ العوام میں بھی یہ دعا موجود ہے۔

علّامہ مجلسی رحمۃاللہ لکھتے ہیں: "شیخ محمد ابن علی الجبعی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے جنہوں نے شیخ علی ابن السکون (قدس اللہ روحھما) کہ مجھے خبر دی ہمارے استاد اور ہمارے سید السید الاجل العالم الفقیہ جلال الدین ابو القاسم عبد الحمید بن فخار بن معد بن فارالعلوی الحسینی الموسوی الحائری (اللہ نے انہیں عمر طولانی عطا فرمائے) انکے سامنے قرآت کرتے انکے سامنے قرآت کرتے ہوئے جسکا وہ اس نسخہ سے مقایسہ کر رہے تھے جو ان کو انکے والد (رحمہ اللہ) کی طرف سے ملا تھا ۶۷۶ھ میں انہوں نے کہا کہ میرے والد (رضی اللہ عنہ) نے مجھے خبر دی کہ عالم اجل تاج الدین ابو محمد ابن علی ابن حسین ابن الدربی (اللہ انہیں طولانی عمر عطا فرمائے) نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے سنا ان الفاظ میں ۵۹۶ھ میں ربیع الاول کے مہینے میں اور پھر یکے بعد دیگر و راوی اپنے استاد کے سامنے قرآت کرتے ہوئے الشیخ الفقیہ العالم قوام الدین ابو عبد اللہ محمد ابن عبد اللہ البحرانی الشیبانی (رحم اللہ) ۵۷۳ھ میں انہوں نے شیخ ابو ذکریہ یحییٰ ابن کثیر سے، انہوں نے السید الا جل محمد ابن علی القرشی سے اور انہوں نے احمد ابن سعد سے، انہوں نے شیخ علی ابن الحکم سے انہوں نے الربیع ابن محمد المصلی سے انہوں نے ابو عبد اللہ ابن سلیمان سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ دعا ان لفظوں میں نقل کی ہے۔

(بحار الانوار، ج ۹۱, ص ۴۱ طبع بیروت)

دعائے عہدی افادیت اور اس کا ثواب

دبائے عہد صادق آل محمد امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے۔ آں حضرت علیہ السّلام نے فرمایا :

جو اللہ سے دعا کرے چالیس صبح اس عہد اور ایمان کے ساتھ، وہ ہمارے قائم کے انصار میں شمار کیا جائے گا۔ اگر وہ ان کے ظہور سے پہلے مر گیا، اللہ تعالی اس شخص کو اس کی قبر سے باہر نکالے گا اور (اس دعا کے) ہر لفظ کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دے گا اور ایک ہزار گناہوں کو محو کر دے گا اور وہ دعا اس طرح ہے۔"اللھم رب «

دعائے عہد کے الفاظ اور انکے معنی

(۱) اَللّٰھُمَّ رَبَّ النُّوْرِ الْعَظِیْمِ وَ رَبَّ الْکُرْسِیِّ الرَّفِیْعِ وَ رَبَّ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ وَ مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الزَّبُوْرِ وَ رَبَّ الظِّلِّ وَ الْحَرُوْرِ وَ مُنْزِلَ الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَ رَبَّ الْمَلَآئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ

12 1436

دعائے عہد کا آغاز مندرجہ بالا فقرے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ دعا ہے، اس لئے خطاب باری حق سے ہوتا ہے اللہم یعنی اے اللہ - لغت کے اعتبار سے یہ منادی مفرد اور معرفہ ہے۔ در اصل، یہ تھا یااللہ لیکن حرفِ ندا کا "یا" جو گرا دیا گیا اور ایک میم مشد کو اللہ سے مُلحق کر دیا گیا، لیکن معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ہے، مطلب وہی ہو گا۔ "اے اللہ" آیئے لفظ جلال اللہ پر روایات کی روشنی میں نظر ڈالیں۔

ہشام بن حکم نے امام جعفرصادق علیہ السلام سے سوال کیا،

اللہ مما ھو مشتق قال فقال لی یا ھشام اللہ مشتق من الہ و الإلہ یقتضی ما لؤھا لفظ اللہ کس مشتق کیا گیا ہے؟ امام علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا :

"اے ہشام! اللہ (لفظ) الہ سے مشتق ہوا ہے اور الہ کا تقاضہ یہ ہے کوئی مالوہ بھی ہونا چاہئے "

(الکافی، ج ۸۷ باب المعبود ح ۲ نقل از علی ابن ابراہیم القمی رحمۃاللہ علیہ)

یہ حدیث نصّ صریح ہے اس بات پر کہ لفظ جلا لہ اللہ مشتق ہے۔ جامد نہیں ہے۔ یہ اسم علم میں ہے جیسا کہ جو لوگوں کا نظریہ ہے۔ اس لفظ کا مادّہ و-ل-ہ ہے یا ا-ل ہ عربی

نحو میں اسے اشتقاق کبیر کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لفظ جلال اللہ معرفہ ہے نکرہ نہیں۔ الف اور لام اسم کو معرفہ کرنے کے لئے استعمال کیاجاتا ہے۔

آئے خدا کے اس اسم پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے اقوال معصومین علیہم السّلام کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں :

عبداللہ ابن سنان نے امام صادق علیہ السّلام سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کے تعلق سوال کیا :

شنقي اله بين سيستاني قال شالت أبا عميا الله عليه الشلام عن تفسير بشير الله الان الرجيم قال الباء بهاء الله و السين شاء الله و الييم تجد الله و روى بعضهم البيه ملك الله و الله الله شى الرحمن بجميع خلقه و الرجيم بالمؤمنين ؑ

امام علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا: "ب" اللہ کے بہاء کی طرف اشارہ ہے "س" اللہ کی بلندی کی طرف اور "م' اللہ کے مجد کی طرف۔

اور کچھ لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ "م" سے مراد اللہ کا ملک ہے اور اللہ ہر چیز کا معبود ہے، جو رحمان ہے تمام مخلوقات کے لئے لیکن رحیم ہے صرف اور صرف مومنین کے لئے ۔

(الکافی، ج ۱, ص ۱۱۴, ح ۱, باب معاني الأسماء و اشتقاقها)

امام موسی بن جعفر علیہم السلام سے لفظ جلالہ اللہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا :

استولی علی ما دق وجل

(اللہ کا مطلب ہے کہ) وہ ہر چیز پر مسلط ہے، چاہے وہ دقیق اور لطیف ہو یا جلیل (یعنی دبیز)۔

(الکافی، ج ۱, ص ۱۱۴, ح ۳ باب معاني الأسماء واشتقاقها)

ایک شخص نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بارے میں سوال کیا۔ آپ علیہِ السلام نے فرمایا :

فقال إن قولك الله آعظم اسم من اسماء الله و جل و هو الاثم الي لا ينبغي أن شتى په غير الله لن يه به خلوق فقال

13 1436

الرجل فما تفسير قول الله قال هو البني يتاله إليه عنت اوج و القتايي گل مخلوق عند انقطاع الرجاء من جميع من گونه و تقطع الشباب من گل من بيو او ذلك أن كل مترى في هزي اليا و متعه فيها وإن عظم تاؤ وخيائه و گرت كول من دونه إليه قام تاون ځواج لا يفي عليها لها التعاه و گذيك هدا التقاؤه يتاج إلى حوائج لا يقي عليها فينقطع إلى الله عند ورته وفاقيه كيادا گفت كه عاد إلى شر كه آماتش الة مم وجل يقول قل) رايگان آتاگو عذاب الله أو أتنگ الشاعا غير الله تؤ إن ثم صادقين بل اياه تؤن فيكشف ما تدون اليه ان شاء و تؤ مار گؤ فقال الله جل جلاله يوباي آيها الفقراء إلى مرات الترم الحاجة الي في ل حالي و لة التموينية في كل وقت قال فاوا في كل أمر تأتون فيه و تؤ جؤن نامه و بلوغ غايته قال إن أردت أن أغطية لة يقي غيرن على منگه وان أردت أن أمتعة لقم يقي غيري على اعطايگن فأنا أحق من شئل و أولي من ع إليه فقولوا عند افتتاح لي أمر صغير آؤ عظيچ پشيما ن الرحيم آى آشتين على هدا الأمر الله البنين لا و البيباد لغير الخي اذا اشيري و الجيب اذا دعي الخمي اليائى اى كم پشيم الرزق علينا الي بافي آذاننا ويانا و آخرت قمم علينا اليين وجعله فلا فيقا وهو كتابتيزنا عن أعاديه .

تیرا کہنا اللہ (اس سے مراد) اللہ عزوجل کے عظیم ترین ناموں میں سے ہے اور یہ وہ نام ہے جو سوائے خدا کے لئے کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتی ہے۔

راوی نے لفظ اللہ کی تفسیر دریافت کی۔ آپ علیہِ السلام نے فرمایا :

اللہ وہ ذات ہے کہ جس میں پناہ لی جاتی ہے ہر حاجت اور پریشانی کے وقت جب اسکے علاوہ سب سے امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں اور اس کو چھوڑ کر تمام اسباب اور وسائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس دنیا کا ہر پڑا آدمی (جواپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے) اور جسکی تعظیم کی جاتی ہے، چاہے ان کے پاس کتنی ہی دولت کیوں نہ ہو یا کتنا سرکش کیوں نہ ہو اور متعدد افراد انکے پاس آکر اپنی حاجتوں کو پوری کرتے ہیں لیکن انکی کئی ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو یہ رئیس پوری نہیں کرسکتا ہے۔ اسی طرح اِس عظیم شخصیت کی خود کئی حاجتیں ہوں گی جن کو وہ خود پوری نہیں کرسکتا ہے۔ پس

جب وہ اپنی لاچاری اورمحتاجی کا وجدان کرتا ہے، وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن جب اللہ اسکی حاجت کو بر لاتا ہے، تو

14 1436

وہ پھر اپنے شرک اور سرکشی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ عزوجل - فرماتا ہے: (اے پیغمبر) کہہ دیجیئے، تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر آئیگا یاقیامت آجائیگی، تم اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکاروگے، اگر تم سچے ہو؟ نہیں تم صرف اور صرف اسے پکاروگے پھر اگر وہ چاہے گا تو جس پریشانی کے لئے تم اسے پکار رہے تھے اسے برطرف کر دیگا اور تم جو شرک کرتے تھے اسے بھول جاؤ گے۔ اللد- جل جلالہ- اپنے بندوں سے خطاب کرتا ہے اے میری رحمت کے محتاجوں ! یقینا، میں نے تمہیں ہر حالت میں اپنی ذات سے باندھ دیا ہے حاجتوں کے ذریعہ اور بندگی کی ذلت کو ہر وقت لازم کر دیا ہے۔ پس ہر مسئلہ میں جس میں تم پریشان ہوتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ حاجت پوری ہو اور تمہاری مراد بر آئے، صرف مجھ میں پناہ لو۔ کیوں کہ اگر میں نے ارادہ کرلیا تمہیں عطا کروں تو مجھے کوئی روک نہیں سکتا اور اگر میں نے طے کرلیا کہ تمہیں نہ دوں تو کوئی تمہیں عطا نہیں کرسکتا۔ لہذا، میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے مانگا جائے اور مجھ سے گڑگڑا کر طلب کیا جائے۔ جب کوئی کام شروع کرو تو کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی میں اس امر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں، وہ اللہ کہ جسکے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، جب اس سے پناہ طلب کی جاتی ہے وہ پناہ دیتا ہے، جب اس سے دعا مانگی جاتی ہے وہ مستجاب کرتا ہے ۔ وہ رحمن جو ہمیں رزق عطا کرتا ہے اور جو ہمارے دین، دنیا اور آخرت میں ہم پر رحیم ہے۔ اس نے دین کو ہمارے لئے ہلکا کر دیا اور اسکو بالکل سہل اور آسان بنا دیا اور وہ ہم پر رحم کرتا ہے کیونکہ ہم اسکی حدوں کو تجاوز کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

(توحید صدق, ص ۲۳۰، باب ۳۱، ج ۵، بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۲۳۲، باب ۲۹, ح ۱۴)

<u>رب النور العظیم</u> : یہاں حرف نداء یا کو کاملا حذف کر دیا گیا ہے ۔ رب النور کیونکہ منادی مرکب ہے۔ اس لئے رب منصوب ہے (یعنی اس پر زبر پڑا ہے)۔

لفظ رب ، رب یَرُبُّ (علیے مدّ یَمُدُّ سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ ثلاثی مجرد کے باب نَصَرَ یَنْصُرُ کے وزن پر ہے۔ جیسے فَرَّ یَفِرُّ (باب ضَرَبَ یَضْرَبُ) سے بنا ہے۔ رب عربی

صرف کے اعتبار سے صفت مشبہت بالفعل ہے ربیب کے وزن پر جیسے خشین یا ربیب کے وزن پر جیسے حسین۔ صرف میں ایسے فعل کو مضاعف بھی کہتے ہیں یعنی وہ فعل جسکے مادہ میں ایک حرف کو دوبارہ دہرایا گیا ہے۔

تعجب یہ ہے کہ کچھ اہل ادب نے ربِّ کے معنی تربیت کے کئے ہیں۔ یہ صریحاً اشتباہ ہے کیونکہ تربیت کا مادّہ ر - ب - و ہے اور صرف کے اعتبار سے ناقص وادی ہے جبکہ ربِّ مضاف ہے۔ اسکے علاوہ ر - ب - و کا اسم فاعل باب تفعیل میں مربی ہے جسکے معنی ہے تربیت کرنے والا جبکہ ربِّ کا مطلب ہے مالک، سید، صاحب، وغیرہ ۔ البتّہ یہ بتانا لازم ہے کہ عربی اسماعیلی میں مترادفات نہیں پائے جاتے ہیں کیونکی لغت المہامی اور آسمانی ہے۔ بالخصوص اسماء خدا میں مترادفات ہر گز نہیں پائے جاتے ہیں اور ہر ایک اِسم کا ایک خاص معنی و مفہوم ہوتا ہے جو ایک خاص حقیقیت خارجی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

رب اللہ کے دیگر الاسماء الحسنی کی طرح ہے جو ذات خدا کے

15 1436

لئے وضع کئے گئے ہیں اور انکا واضع یعنی بنانے والا خود اللہ ہے اور کوئی نہیں۔ لہذا اس معنی کے اعتبار سے یہ اِسم کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا سوائے ذات حق کے۔ ہاں اگر اشتراک لفظی کے اعتبار سے ہے تو پھر اسکا استعمال کرنا جائز ہے جیساکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ

(اے رسول) کہہ دیجئے : کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی رب تلاش کروں جبکہ وہ (اللہ) ہر چیز کارب ہے۔

(سورۃ انعام. (۶): آیت ۱۶۴)

اورصحیفہ سجادیہ میں یوم عرفہ کی دعا(شمارہ ۴۷) میں امام زین العابدین علیہِ السلام ارشاد فرماتے ہیں: رب الرب یعنی ربوں کا ربّ۔

النور العظیم : یعنی وہ نور عظیم جے خدانے پیدا کیا۔ یہ وہ نور ہے جو اللہ کی مخلوق ہے یعنی مقام نوراني رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ روایت میں ملتا ہے۔

أول ما خلق الله نور ونبيك ياجابر

اے جابر! جو چیز اللہ نے سب سے پہلے خلق کی وہ تمہارے ہی نبی کا نور تھا۔

(بحارالانوار، ج ۱۵، ص ۲۴، ح ۴۳)

یہ وہ عظیم نور ہے جس سے بقیہ تمام انوار قدسیہ مشتق کئے گئے ہیں جیسے نور وجود، نور الحیاۃ، نور القدرت، وغیرہ۔

نور کی رب کی طرف اضافت بتارہی ہے کہ مخلوق پروردگار ہے اور خود خدا نہیں۔ دیگر لفظوں میں، یہ نور نہ تو ذات خدا کا حصہ ہے۔ نہ تو حلول کیا گیا ہے اور نہ ہی ذات خدا سے مشتق ہے۔ بلکہ مخلوق پروردگار ہے اور اسکی تحت تسخیر ہے۔

یوں تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقام نورانی کی گفتگو بہت طویل ہے لیکن کیونکہ اس مختصر سی شرح کے دامن میں گنجائش نہیں ہے لہذا وہ قارئین کرام جن کو اس موضوع کا مطالعہ کرنے میں دلچسپی ہے وہ رجوع کر سکتے ہیں بحارالانوار، ج ۱۵ پہلا باب یا حیاۃ القلوب، دوسری جلد کی طرفِ۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

16 1436

اسلامی دستورات پر عمل اور نصرت امام علیہِ السلام

إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

(سورة محمد (۴۷): آیت ۷)

اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور (راہ حق پر) تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔

یہ بات اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالی کو کسی بھی طرح کی ہماری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ ذات پروردگار میں ذرہ برابر احتیاج معقول نہیں ہے وہ مطلق بے نیاز ہے۔ پھر اس نے بندوں سے نصرت کی درخواست کیوں کر کی؟

اصل میں بات یہ ہے کہ خداوند عالم اپنے اولیاء اور خصوص بندوں سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ ان کی نصرت کو اپنی نصرت، ان پر ظلم کو اپنی ذات پر ظلم اور ان کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کو اپنے ساتھ احسان و نیکی قرار دیا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ اپنے بندوں کا امتحان لے سکے جولوگ خدا سے محبت کرنے کا دعوی کرتے ہیں انھیں اس کے اولیاء سے محبت کرنی چاہیے۔ ائمہ معصومین علیہم السّلام کو مختلف زیارتوں میں آیا ہے :

من أكبة فقد أحب اللة و من آب گف فقد أتمم الله

جس نے آپ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ کو دُشمن رکھا اس نے خدا سے دشمنی کی۔

اس بنا پر اگر کوئی چاہتا ہے کہ خداوند عالم کی نصرت کرے تا کہ پروردگار عالم کی عنایات اور اس کی غیبی امداد شامل حال ہو تو خداوند عالم کے اولیاء اور مخصوص بندوں کی نصرت و یاری کرے۔ اور اولیائے الہی کے پاک و پاکیز سلسلہ کی سب سے محبوب اور عزیز فرد کامل حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السّلام ہیں۔ یہی ذوات مقدسہ سر چشمہ فیض ربانی ہیں خداوند عالم کی جانب سے جو کچھ بندوں کو عطا ہوتا ہے وہ انہیں کے واسطے سے ہوتا ہے۔ دور حاضر میں نبوی خلافت و وصایت اور ولایت الہی کے منصب دار حضرت حجت بن الحسن

العسکری علیہم السلام کا وجود مبارک ھے۔ آج وہی خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ فیض ہیں۔

پییہ ژیر الوری و یوٴجوٴدم بین الأرض و السماء

نصرت اہل بیت علیہم السّلام کے فضائل

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امیر المونین علیہِ السلام سے فرمایا :

اے علی علیہ السّلام ا تمہاری مثال سورہ قل ھو اللہ احد کے مانند ہے جس نے ایک مرتبہ تلاوت کی گویا اس نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کرلی، جس نے دو مرتبہ تلاوت کی اس نے گویا قرآن کی دو تہائی تلاوت کرلی اور جس نے تین مرتبہ تلاوت کی اس نے گویا پورے قرآن کی تلاوت کرلی۔ اس طرح اے علی علیہ السّلام **!**جو اپنے دل میں تمہاری محبت رکھتا ہے گویا اس نے دنیا کے تمام بندوں کے ایک تہائی اعمال کا ثواب حاصل کرلیا اور جو اپنے دل میں تمہاری محبت رکھتا اور زبان سے تمہاری مدد کرتا ہے گویا اس نے تمام بندوں کے اعمال کا دو تہائی اجر حاصل کر لیا اور جو اپنے دل میں

17 1436

تمہاری محبت اور زبان سے مدد کرنے کے ساتھ ساتھ عمل سے بھی نصرت کرتا ہے گویا اس نے تمام بندوں کے اعمال کا ثواب حاصل کرلیا ہے۔

(محاسن، ج ۲، ص ۲۵۱ ، حدیث ۴۷۳؛ بحار، ج ۲۷، ص ۹۴, ح ۵۴)

علّامہ مجلسی رضوان اللہ تعالی علیہ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہشام بن حکم امام صادق علیہ السّلام کی بابرکت بارگاہ میں شرفیاب ہوئے۔ بزم امام علیہ السّلام میں اور دوسرے بزرگ اور باعظمت اصحاب بھی تشریف فرما تھے۔ ہشام بن حکم بالکل نو خیز اور کمسن جوان تھے ۔ امام علیہ السّلام نے ہشام کو دیکھا تو آپ علیہِ السلام نے عزت و احترام کے ساتھ اپنے نزدیک اور دوسروں کی نسبت انھیں قدرے بلند مرتبہ جگہ پر بٹھایا، جب کہ دوسرے افراد عمر میں بزرگ اور بڑے تھے لوگوں پر یہ بات گراں گذری، حضرت نے محسوس کر لیا اور اس طرح فرمایا :

لھا تأجڑ کا بقلبہ ولسانہ وییہ

(بحار، ج ۱۰, ص ۲۹۵, ح ۴)

(میرے نزدیک ہشام کا مرتبہ اس لئے بلند ہے کہ) یہ اپنے دل، زبان اور ہاتھ سے ہماری نصرت کرتے ہیں۔

دین اسلام پر عمل اور نصرت امام علیہِ السلام

اس دور غیبت امام میں جب ہم امام علیہِ السلام تک رسائی نہیں رکھتے ہیں۔ براہ راست خدمت میں شرفیاب ہو کر ان کی نصرت و مدد نہیں کر سکتے تو یہ ہرگز تصور نہیں کیا جاسکتا کہ غیبت میں ہماری طرف سے امام علیہ السّلام کے لئے عملی نصرت کا دروازہ بند ہے اور ہم صرف دعائیں کریں اور دعا کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نصرت امام علیہِ السلام کا نہیں ہے اگر چہ دعا بھی ایک لحاظ سے ہماری بہت بڑی ذمہ داری اور خود نصرت امام علیہِ السلام کا ایک طریقہ بھی ہے۔ مگر دعا کرنا زبانی نصرت ہے، جو عملی نصرت کے درجہ سے بہر حال ایک درجہ کم ہے آج ہم امام عصر علیہ السلام کے پر نور وجود مبارک کے دیدار سے محروم ہیں۔ اپنے محبت کے جذبات کے اظہار کے لئے گل نرجس، یوسف زہرا کی جائے پناہ تلاش بسیار کے بعد بھی نا معلوم ہے۔ تو اس رشتہ محبت اور وجود امام علیہ السّلام سے والہانہ عشق کا تقاضہ بتاتا ہے ک غیبت امام علیہ السّلام میں رہ کچھ ایسے عملی اقدامات کریں اور اپنے کو دین کی تعلیمات سے جوڑ کر اس پر حقیقی طور سے عمل کریں اور ان چیزوں کو عملا ترک کردیں جنھیں امام علیہِ السلام پسند نہیں کرتے ہیں تو اس طرح ہم امام علیہِ السلام کی اپنے عمل سے بھی نصرت و یاری کر سکتے ہیں۔ اور غیبت میں رہ کر بھی عملی نصرت امام علیہِ السلام کا مظاہرہ کر کے حضرت علیہِ السلام کے ظہور کا مقدمہ فراہم کر سکتے ہیں۔ آئیے دیکھیں امام علیہ السّلام کی اپنے عمل سے نصرت و یاوری کے کیا کیا راستے ہو سکتے ہیں۔

تقوائے الہی

غیبت امام علیہ السّلام میں واجبات کی ادائیگی اور حرام چیزوں سے پرہیز کر کے یعنی صحیح تقوی اور پرہیز گاری کے ذریعہ امام علیہ السّلام کی نصرت و مدد کا عملی مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السّلام اپنے ایک چاہنے والے کو خط میں تحریر فرماتے ہیں :

الا و إن إمامة قي اختفى من دنياه بطيه ومن غيه يقضيه الا وإذ لا تفيدون على ذلك و لكن آعيوني بورع و اجتها دوقة وداد

(نہج البلاغہ فیض، ص ۹۴۵-۹۴۴)

18 1436

آگاہ ہوجاؤ کہ تمہارے امام نے تمہاری اس دنیا اور اس کی تمام زینتوں سے صرف دو جوڑے کپڑے اور کھانے میں سے صرف دو روٹیوں پر اکتفا کیا ہے۔ اور یہ جان لو کہ لوگ میرے اس طریقہ پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو، مگر حرام سے پرہیز اور واجبات کی ادائیگی، تقوی اور صحیح راستہ پر چل کر میری نصرت و مدد کرو۔

اس طرح کی بے شمار روایتیں معتبر کتابوں میں نقل ہوئی ہیں جن میں مختلف معصوم اماموں علیہم السّلام نے اپنے چاہنے والوں سے دستورات الٰہی پر عمل کرنے اور تقوائے الہی اختیار کرنے کے ذریعہ مدد کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے کے ظہور امام علیہ السّلام کے بعد روئے زمین پر نیکیوں کے عام ہونے اور برائیوں کے خاتمہ سے وعدہ الٰہی مکمل ہو گا جو انسانی خلقت اور کائنات کی خلقت کا اصل مقصد بھی ہے۔

ایک توقیع شریف کے ضمن میں امام عصر ارواحنافداہ فرماتے ہیں :

فاتقوا اللہ جل جلالہ و ظاھروا علی انتیاگہ من فتنۃ ق آیاقت علیکم

(احتجاج طبرسی، ج ۲, ص ۴۹۷)

بس تقوی و پرہیز گاری اختیار کرو اور اس فتنہ سے اپنی نجات کے لئے ہماری نصرت کرو جس نے تمہیں

چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔

وضاحت

امام زمانہ علیہ السّلام کو خداوند عالم کی جانب سے اہم ترین وظیفہ اور سب سے عظیم اور بڑی ذمہ داری جو عطا ہوئی ہے وہ ہے نیکیوں اور فلاح و بہبودی کی طرفت بندگان خدا کی ہدایت و رہنمائی کرنا۔ یہی اصل مقصد اور ہدف ہے جو امام کو اپنی غیبت اور عدم غیبت دونوں حالتوں میں انجام دینا ہے۔ اب اگر ایک انسان نے بندگان خدا میں سے کسی ایک بشر کی بھی خیر و صلاح کی طرف ہدایت و رہنمائی کردی تو جس قدر ہدایت و نیکی کے راستہ پر لگانے کا وسیلہ بنے گا اتنی ہی مقدار میں اپنے امام کی نصرت کا شرف بھی حاصل کرلے گا۔ اب اس بات میں کوئی فرق نہیں ہوتا کہ وہ خواہ کسی

دوسرے کو نیکی و فلاح و بہبود کے راستہ کی جانب رہنمائی کرتا ہے یا خود واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے پرہیز کر کے صاحب تقوی اور دستورات اسلامی پر مکمل عمل کرنے والا بنتا ہے۔ اس لئے کہ وہ خود بھی ان لوگوں میں سے ایک فرد ہے جن کی ہدایت و رہنمائی کرنا امام کا وظیفہ ہے۔

دوسری طرف انسان دوسرے کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ اگر مقام ہدایت و ارشاد میں خود دستور دین پر عمل کرنے والا نہ ہوتو زبانی ہدایت کا چنداں فائدہ نہیں ہوتا عملی ہدایت کا اثر زبانی ہدایت کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کے اعمال و کردار اور تقوی و پرہیز گاری کے آثار دوسروں تک منتقل ہوتے ہیں اس طرح امام کے لئے ایک صاحب کردار چاہنے والا فخر کے اسباب فراہم کرتا ہے جہاں امام علیہ السّلام فرماتے ہیں:

تم ہمارے لئے باعث زینت بنو، رسوائی کا موجب نہ بنو۔

خلاصہ یہ کہ جب ایک چاہنے والا محیح معنی میں متقی اور صاحب کردار بن جاتا ہے تو دل میں خون الٰہی پیدا ہو جاتا ہے اوراگرکسی کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی

19 1436

چیز کردار کی پاکیزگی کی ضمانت نہیں لے سکتی ہے۔ خوف خدا ہونے کی صورت میں لوگوں کے حقوق کی رعایت کرے گا، خوف خدا ہو گا تبھی ناپ تول میں انصاف سے کام لے گا اور دوسروں کے حقوق پر تجاوز نہیں کرے گا۔

(۲) صاحبان تقوی کی نصرت

دنیا میں کتنے صاحبان کردار اور مومن بندے ہیں جو مُختلف پریشانیوں میں گرفتار ہیں ان کی مدد اور نصرت کے اسباب فراہم کر کے ان کی سختیوں کو دور کر دینا بھی اپنے عمل سے حضرت علیہِ السلام کی بہترین نصرت ہے۔ نصرت امام کی یہ قسم صاحبان کردار کے لئے عبادت و اطاعت کے اسباب فراہم کر کے ان کی مشکل دور کرنا ہے جیسے کسی مقام پر مؤمنین کرام ہیں مگر ہدایت و رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں، امر بالمعروف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی عبادت و اطاعت میں مدد کرتے ہوئے آسانیاں فراہم کرنا۔ یا پھر کچھ صاحبان تقوی کی مادی ضرورتوں اور دنیوی نیازمندیوں کو نظر میں رکھتے ہوئے ان کی مادی امداد کرنا ہے۔ دنیا کے مختلف گوشوں

میں امام علیہ السّلام کے چاہنے والے طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ بیماری غربت فقر وتنگ دستی، جہالت، دشمنوں کا نرغہ، تعصب، زمانہ کے فتنہ، گھریلو اختلافات، خاندانی جھگڑے، طلاق و نزاع، صاحبان دختر کے لئے مناسب رشتہ کی فراہمی، کاروبار سے محرومیت غرض یہ کہ آج اگر عام طور سے مسلمان معاشرے اور خاص طور سے شیعہ معاشرہ پر توجہ دی جائے تو خود ان کی حالت مُختلف مشکلات و پریشانیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں مذکورہ ناگفتہ بہ حالات میں سے کسی ایک میدان میں بھی وارد ہو کر مشکل آسان کر دی تو کیا یہ عمل امام وقت کے لبوں پر مسکراہٹ و تبسّم کا سامان فراہم نہیں کرے گا ؟؟!! اور جب مصیبت زدہ انسان مصیبتوں سے راحت حاصل کرتا ہے تو خود اس سے دو اہم نتائج حاصل ہوتے ہیں :

۱ - مشکلات میں گرفتار انسان کی مُشکِل دور کر کے اس کے قلب کو سکون عطا کریں ۔ یہ عظیم عبادت ہے۔

۲۔ مصیبت زدہ انسان جب پریشانیوں سے نکل کر بہتر انداز میں خداوند عالم کی عبادت و اطاعت بجا لاتا ہے تو در اصل اس طرح اس کے اعمال و عبادات میں بھی شریک ہونا ہے۔ حقیقت میں یہی اصل مدد اور نصرت امام ہے۔

سید ابن طاؤوس رحمۃاللہ علیہ مہج الدعوات میں تحریر فرماتے ہیں: ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا : میں نے کچھ رقم نذر کی ہے کہ اسے راہ خدا میں انفاق کروں گا تو مولا بتائیے اسے کہاں خرچ کروں جس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہو؟

فرمایا: اسے صاحبان تقوی اور اہل عبادت و اطاعت میں خرچ کرو اس لئے کہ جو چیز ان پر خرچ کی جاتی ہے گویا خداوند عالم کی عبادت کی راہ میں خرچ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اس سے طاقت حاصل کر کے عبادت خدا بجالائیں گے۔ اس ضمن میں آخری روایت پیش کر کے بات مکمل کر دیتا ہوں۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام میں اس سلسلہ میں چند روایتیں نقل ہوئی ہیں :

اگر کوئی کمزور و ناتوں انسان کی مدد کرے گا تو خداوند عالم اس کی مدد کرتا ہے اور روز قیامت کچھ فرشتوں کو مامور کرے گا کہ اسے ہولناک مقامات اور آگ کی خندق سے عبور کرائیں اور سلامتی کے ساتھ اسے بہشت پہونچادیں۔ اگر کوئی مشکل میں گرفتار انسان کی مدد کرے جس سے اس کے کاروبار میں سہارا اور مشکلات سے نجات

مل جائے تو خداوند عالم قیامت کے دن اسے مشکلات سے نجات دے گا وہ برے لوگوں کے گروہ سے الگ کر کے نیک لوگوں میں قرار پائے گا۔

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۶۳۵)

اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں خدایا! اس دنیا میں تو اپنے ولی اور حجت علیہِ السلام کی مدد و نصرت کی توفیق عطا فرما۔ اپنے اعمال و کردار سے امام حاضر کو خوشنود فرما اور راہ نصرت امام علیہِ السلام میں عملی مظاہرے کے ذریعہ آخرت سے قبل دنیا ہی میں ظہور امام علیہ السّلام کے ذریعہ ہم سب کو برے لوگوں سے الگ کر کے نیک لوگوں میں قرار فرما۔ آمین۔

20 1436

عقیدہ اِنتظار ۔ قبولیت اعمال کی ایک شرط

ہر شی کے ساتھ کچھ شرائط مربوط ہوتی ہیں جس کے بغیر وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ مثلا ہندوستان کے الیکشن میں ووٹر کا ہندوستانی شہری ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح کی کورس میں کامیابی کے لئے بھی کچھ شرائط ہوتی ہیں جس کے بغیر کسی کو کامیاب نہیں سمجھا جاسکتا۔

اسی طرح اللہ کے نزدیک قبولیت اعمال کے واسطے بندوں کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں۔ الٰہی شرائط کے مجموعہ کو مذہب کہتے ہیں لیکن یہ مذہب اللہ کے نافذ کردہ قوانین پر ہونا چاہئے۔ یقینا صحیح عقیدہ عمل پر مقدم ہوتا ہے۔ اور اعمال کی قبولیت کے لئے عمل سے پہلے عقیدہ توحید کا ہونا لازمی ہے۔ اللہ نے قرآن میں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے:
"یقینا اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے "

(سورہ آل عمران (3)، آیت ۱۹)

امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کو دین اسلام پر چلنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"اے لوگ اپنے مذہب کا خیال رکھو، اس سے متمسک رہو اور کسی کو یہ موقع نہ دو کہ وہ تمہیں بہکائے کیونکہ تمہارے اپنے مذہب میں انجام دیا ہوا برا عمل دوسرے مذہب میں انجام دئیے ہوئے اچھے عمل سے بہتر ہے کیونکہ تمہارے مذہب کے برے اعمال معاف کئے جاسکتے ہیں جب کہ دوسرے مذہب کے اچھے اعمال قابل قبول نہیں ہیں۔ "

(معانی الاخبار ص ۱۸۵ / ۱۸۶)

کسی بھی قسم کا اچھا عمل قابل قبول نہیں ہے جب تک توحید اور رسالت کا عقیدہ نہ ہو لیکن عقیدہ توحید و رسالت رکھنے والا ایک شخص اگر برے عمل بھی کرتا ہے تو بھی وہ امید کرسکتا ہے کہ اللہ اس کے اعمال قبول کر لے گا۔

اب اگر کوئی خواہش رکھتا ہے کہ اس کے اعمال قبول ہوں تو اسے شرائط و قوانین دین کا جاننا اور اس کی پیروی کرنا لازم ہے اور یہ شرائط و قوانین ائمہ کی احادیث کے ذریعہ ہمارے لئے واضح ہو جاتے ہیں۔

یہاں ہم اس بات کو واضح کر دیں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ عمل اللہ کے نزدیک قابل قبول ہے تو ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ اس کی جزادے گا سزا نہیں۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد بھی لیکن صرف اس شخص کے اعمال جو قابل نظر ہوں۔

ایک شخص کچھ کاغذات لئے ہوئے امام محمد باقر علیہ السّلام کے پاس آیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کاغذات کھولتا امام علیہ السّلام نے فرمایا " یہ متنازع کاغذات ہیں جو اس مذہب پر سوال اٹھاتا ہے جس میں عمل قبول ہے۔" اس شخص نے کہا : اللہ آپ پر رحم کرے۔ وہی شی ہے جو میں چاہتا ہوں، اس وقت امام علیہ السّلام نے کہا :

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اور محمّد اس کے بندے اور رسول ہیں اور تم اسے جانتے ہو جو وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ ہم اہل بیت علیہم السلام سے متمسک رہنا اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری اور ہمارے احکام کو قبول کرنا اور

21 1436

ہمارے قائم کا انتظار کرنا کہ بالآخر ہماری حکومت ہوگی کیونکہ جب اللہ ارادہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔ "

(الکافی کتاب الایمان والکفر، باب ۳، حدیث ۱۳)

اس حدیث کے اعتبار سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرنا عقیدہ توحید و رسالت اور اہل بیت کی ولایت اور اس دین کی اساس ہے جس کی بنا پر عمل قبول ہوتا ہے۔

ابو بصیر سے ایک اور حدیث مروی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ قائم آل محمد علیہ السلام کا انتظار قبولیت اعمال کی شرط ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس کی اطلاع دوں جس کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالی اپنے بندوں کاعمل قبول کرے گا؟ ابو بصیر نے کہا "ہاں فرمائے۔" امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

"یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور یقینا محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور ان تمام چیزوں کا اقرار کرنا جن کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہماری ولایت

کو قبول کرنا اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھنا... اور ان کے سامنے تسلیم ہونا اور ورع و اجتہاد اور اطمینان اور ان کا انتظار کرنا۔ "

(غیبت نعمانی باب ۱۱, حدیث ۱۹)

آئیے ہم عقیدہ انتظار کا تجزیہ کریں۔ شیعیت کے نظریہ سے عقیدہ انتظار کا معنی رسول کے بارہویں جانشین کا انتظار کرنا ہے جن کا مشہور لقب مہدی ہے جو اپنے ظہور کے بعد دنیا میں صحیح اسلام رائج کریں گے اور دنیا کو انصاف اور عدل سے بھر دیں گے لیکن ان کے ظہور کا وقت نامعلوم ہے۔ عقیدہ انتظار ایک ایسا عقیدہ ہے جس کے بغیر کسی کا عمل قبول نہیں ہوگا اور وہ دائرہ اسلام سے باہر ہے جو انتظار پہ عقیدہ نہیں رکھتا۔

مثال کے طور پر ایک کا منتظر جو عقیدہ رکھتا ہے کہ مہدی علیہ السلام جس کا وہ انتظار کر رہا ہے وہ اس کے وقت کے امام ہیں۔ یہ عقیدہ امامت کو ظاہر کرتا ہے جو توحید اور نبوت کے بعد سب سے اہم ہے کسی کے اعمال کی قبولیت کے لئے۔ در اصل عقیدہ امامت ٹکمیل عقیدہ توحید و نبوت ہے۔ اس موضوع پر اہل بیت علیہم السّلام سے متعدد

احادیث ہیں۔

محمد بن مسلم نے کہا: میں نے ابو جعفر کو یہ کہتے ہوئے سنا :

"ہر وہ شخص جو اللہ کی عبادت کے ساتھ اس کی پیروی کرے، اپنے نفس کو مشقت میں ڈالے لیکن اس کے پاس اس کی جانب سے (منتخب کردہ) امام نہ ہو تو اس کی کوشش قبول نہیں کی جائے گی۔

اللہ کی قسم اگر کوئی شخص اس امت میں ایسے صبح کرے کہ اس کا اللہ کی جانب سے ایک ظاہر و عادل امام نہ ہو تو اس نے گمراہی میں صبح کی اور اگر وہ اسی حالت میں مرجائے تو اس کی موت کفر کی موت ہوگی۔ اے محمد جان لو یقینا ظلم وجور کے امام اور ان کی اتباع کرنے والے اللہ کے دین سے خارج ہیں وہ گمراہ ہیں اور (لوگوں کو) گمراہ کرتے ہیں. بس ان کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جسے آندھی کے دن ہوا نے شدت کر کے اڑا دیا ہو، وہ اپنی کمائی پر بھی اختیار نہیں رکھیں گے اور یہی بہت گہری گمراہی ہے۔

(الکافی کتاب الحجّت باب ۷ ح ۸)

حدیث بالا واضح کرتی ہے ک قبولیت اعمال کا دارومدار عقیدہ امامت پر ہے۔ عقیدہ انتظار عقیدہ امامت میں شامل ہے۔

22 1436

امام عصر علیہ السلام کی ایک زیارت جو مفاتیح الجنان میں آئی ہے ہمیں ملتا ہے۔

"میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ کی ولایت کے ذریعہ اعمال قبول ہوتے ہیں، پاکیزہ ہوتے ہیں نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ مٹائے جاتے ہیں پس جو آپ کی ولایت کا اقرار کرے اور آپ کی امامت کا اعتراف کرے تو اس کے اعمال قبول ہوتے ہیں اس کے اقوال کی تصدیل ہوتی ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو گا اور اس کے گناہ مٹا دئے جائیں گئے۔ "

ابیہ مکمل طور پر واضح ہے کہ عقیدہ انتظار جو عقیدہ امامت میں شامل ہے، کسی عمل کو عبادت میں بدلنے کے لئے اور اللہ تعالی کے ذریعہ اعمال کے قبول ہونے کے لئے ضروری ہے۔

خلاصۃ عقیدہ انتظار کے معنی ہم یوں بیان کر سکتے ہیں :

(۱)اللہ کی توحید میں عقیدہ، جیسا کہ اللہ نے عالم زر میں ہمیں اپنی معرفت دی تھی امام عصر علیہ السلام اپنے ظہور کے بعد ہمیں اس کی یاد دہانی کرائیں گے۔

(۲) اللہ کی عدالت کا عقیدہ، پس امام علیہ السّلام ایک انصاف سے پر حکومت قائم کریں گے جو امام عصر علیہ السلام کی ہدایت کے سائے میں چلے گی۔

(۳) یہ عقیدہ رکھنا کہ امام عصر علیہ السلام کا ظہور کلی طور سے اللہ کے ارادے پہ منحصر ہے۔

(۴) یہ عقیدہ کہ اللہ کی ایک دلیل (حجت) روئے زمین پر موجود ہے اور حدیث ثقلین کا اقرار کرنا۔

(۵) اہل بیت کے خلاف جونا انصافی اور ظلم ہوئے ہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ امام عصر علیہ السلام ان سے پبدلہ لیں گے بالخصوص اپنی جدہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا اور ان کے فرزند امام حسین علیہ السّلام کے دشمنوں سے۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ امام عصر علیہ السلام کے لئے ہماری معرفت میں اضافہ فرمائے اور ہمیں امام عصر علیہ السلام کے منتظرین میں شامل ہونے کی توفیق عطا کرے جس کے ذریعہ ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی ملے اور ہم ان کے پیروکاروں میں شامل ہوں اور آخرت میں ان کا پڑوس نصیب ہو۔ آمین۔

23 1436

تذکرہ امام مہدی علیہ السلام از ینابیع المودۃ

عقیدہ حضرت امام مہدی علیہِ السلام

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام مہدی علیہِ السلام کا عقیدہ صرف شیعوں سے ہے۔ جنھوں نے تاریخ میں شکست سے دو چار ہونے کے بعد دل کی تسکین کے لئے یہ عقیدہ گڑھ لیا ہے۔ لیکن جب ہم دوسرے فرقوں کے علماء اور خاص کر اہل سنت کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ان کی معتبر کتابیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے تذکرہ سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں نہ صرف آخری زمانہ میں ایک مہدی علیہ السلام کے ظہور کا تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ایک ایک خصوصیت کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ کتنے معتبر علماء ہیں جنہوں نے اسی موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ (تذکرہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اور علمائے اہل سنت)

کتاب "ینابیع المودة في شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اہل البیت علیہم السّلام بھی انہی کتابوں میں سے ایک ہے کہ جس کی تصنیف حنفی مذہب سے تعلق رکھنے والے ایک اہل سنت عالم نے کی ہے۔ جن کا نام الحافظ سلیمان بن ابراھیم القندوزی الحنفی البلخی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۰ ھ میں ہوئی اور وفات ۱۲۷۰ ھ میں قسطنطنیہ میں ہوئی۔ شیخ سلیمان القندوزی نے اپنی اس کتاب میں اہل بیت علیہم السّلام کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث کو نقل کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت امام مہدی علیہِ السلام کے بارے میں مستقل ابواب نقل کئے ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنے اس مختصر سے مضمون میں کریں گے۔

ینابیع المودۃ کی دوسری جلد میں شیخ سلیمان القندوزی نے امام مہدی علیہ السلام کے سلسلہ میں مستقل ابواب کا تذکرہ کیا ہے جو یہاں نقل کئے جارہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہر باب میں سے صرف ایک ایک حدیث کا تذکرہ کیا جائے گا۔

باب ۷۱: کتاب المحجہ میں قرآنی آیات سے امام مہدی علیہ السلام کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔

حدیث: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۳ "اور جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی خوشی یا کراہیت کے ساتھ ان کے سامنے تسلیم ہو گا" کے بارے میں ارشاد فرمایا :

جب امام قائم علیہِ السلام قیام کریں گے تو زمین میں ہر جگہ اس شہادت کی ندا دی جائے گی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور یقینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔

باب ۷۲: ان احادیث کا ذکر جو صاحب کتاب مشکوٰۃ نے نقل کی ہیں، جو امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی علیہ السلام میری عترت میں سے ہے اولاد فاطمہ علیھا السلام میں سے ہوگا۔

باب ۷۳ : وہ احادیث جو صاحب جواہر العقدین نقل کی ہیں۔

حدیث: امام علی علیہ السّلام سے ایک مرفوع روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فر مایا :

مھدی علیہِ السلام ہم اہل بیت علیہم السّلام میں سے ہے۔ اللہ اُن کے معاملات کو ایک رات میں درست کر دے گا۔

باب ۷۴ : امام مہدی علیہ السلام کی شان میں امام علی علیہ السّلام کے

24 1436

کلمات جو نہج البلاغہ میں موجود ہیں

حدیث: امام علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: امام مہدی علیہ السلام خواہشات کو ہدایت کی طرف موڑ دیں

گے جب لوگوں نے ہدایت کو خواہشات کی طرف موڑا ہوا ہوگا۔ آپ علیہ السلام لوگوں کی رائے کو قرآن کی پیروی کی طرف لے جائیں گے جب کہ لوگ قرآن کو اپنی رائے کی پیروی کی طرف لے جاتے ہوں گے۔

باب ۷۵ : تا ظہور امام مہدی علیہ السلام، اہل بیت علیہم السّلام پر ہونے والے مصائب کا تذکرہ

حدیث: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام علی علیہ السّلام سے ارشاد فر مایا :

اے علی ! اس حسد و کدورت سے خبردار! جو تمھارے خلاف لوگوں کے دلوں میں موجود ہے، جسے وہ میرے مرنے کے بعد ظاہر کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے گر یا کیا اور ارشاد فرمایا: جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ لوگ میرے بعد ان پر ظلم کریں گے اور اس ظلم کا سلسلہ باقی رہے گا یہاں تک کہ ہمارے قائم علیہِ السلام قیام فرمائیں۔

باب ۷۶ : کتاب فرائد السمطین سملین سے بارہ اماموں کے ناموں کا تذکرہ

ایک طولانی حدیث ہے کہ جس میں ایک یہودی جس کا نام نعثل تھا۔ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آکر کئی سوالات کئے اس حدیث کا ایک حصہ نقل کیاجارہا ہے۔ جس میں آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یقینا میرے نسل میں سے بارہویں کی غیبت ہوگی یہاں تک کہ ان کو دیکھا نہ جائے گا۔ میری امت پر وہ زمانہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام ہو گا اور قرآن کی صرف خط وکتابت باقی رہے گی۔ اس وقت اللہ تبارک و تعالی آپ (امام مہدی علیہ السلام) کو خروج کی اجازت دے گا۔ پس اللہ ان کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا کرے گا اور اسلام کی تجدید کرے گا ...

باب ۷۷ :"میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے" اس حدیث کی تحقیق میں جو کچھ کتاب جمع الفوائد میں نقل کیا گیا ہے

حدیث: امام علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا :

یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ امام حسین علیہ السّلام کی اولاد میں سے ایک شخص میری امت میں قیام نہ کر لے۔ وہ دنیا کو اس طرح سے عدل سے بھر دے گا جس طرح دنیا ظلم سے بھری ہوگی۔

باب ۷۸: کتاب فرائد السمطین اور دوسری کتابوں میں جو کچھ آپ علیہ السلام کے بارے میں نقل کیا گیا ہے

حدیث : ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ یقینا میرے خلفاء میرے اوصیاء اور میرے بعد مخلوقات پر اللہ کی حجت بارہ امام ہیں۔ جن میں سے پہلے امام علی علیہ السّلام ہیں اور آخری میرا فرزند امام مہدی علیہ السلام ہے۔ روح اللہ عیسیٰ ابن مریم (ان کے ظہور کے بعد آسمان سے) نازل ہوں گے اور اُن کے پیچھے نماز ادا کریں گے ...

باب ۷۹: امام مہدی علیہ السلام کی ولادت با سعادت کی گواہی۔

حدیث: ایک کنیز جس کا نام نسیم تھا کہتی ہے کہ صاحب

25 1436

الزمان علیہِ السلام کی ولادت کے بعد ایک شب مجھے آپ علیہ السلام کے سامنے چھینک آئی تو آپ نے فرمایا :

اللہ تم پر رحمت کرے، چھینک موت سے امان ہے تین دن تک۔

باب ۸۰ : امام مہدی علیہِ السلام کے سلسلہ میں امام علی رضا علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام کی حدیث کا ذکر

حدیث: حضرت امام رضا علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: یقینا میرے بعد میرے فرزند امام محمد تقی علیہ السّلام امام ہوں گے، امام تقی علیہ السّلام کے بعد ان کے فرزند امام نقی علیہ السّلام امام ہوں گے۔ امام نقی علیہ السّلام کے بعد ان کے فرزند امام حسن عسکری علیہ السّلام امام ہونگے۔ امام حسن عسکری علیہ السّلام کے بعد ان کے فرزند حجت القائم علیہِ السلام امام ہوں گے۔ ان کا ان کی غیبت میں انتظار کیا جائے گا۔ اور ظہور کے بعد ان کی اطاعت کی جائے گی۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح دُنیا ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

باب ۸۱ : امام مہدی علیہ السلام کی کرامات کا ذکر

اس باب میں حضرت امام مہدی علیہ السلام سے وارد ہونے والے کچھ معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اُنہیں یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔

باب ۸۲ : امام حسن عسکری علیہ السّلام کا اپنے فرزند کے نام قائم علیہِ السلام سے پہچان کروانا۔

حدیث :کتاب غیبت میں ابی غانم سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے یہاں ایک فرزند کی ولادت ہوئی جن کا نام آپ علیہِ السلام نے م ح م د رکھا۔ ولادت کے تیسرے دن آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو امام مھدی علیہِ السلام کی زیارت کروائی اور ان سے ارشاد فرمایا :

میرے بعد یہ تمھارا امام ہے اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ یہ وہی امام قائم علیہِ السلام ہے جن کا انتظار کیا جائے گا۔

باب ۸۳ : ان لوگوں کا ذکر جنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کبری میں زیارت کی۔

باب ۸۴ : صاحبان کشف و شھود اور دانشمندان علم و حروف میں سے اہل الہ کے نظریات کا ذکر

کچھ اللہ والوں نے بیان کیا ہے..... زمین آباد ہوگی اور پاک و صاف ہوگی اور زمین اپنے امام مہدی علیہ السلام کی ذریعہ جگمگائیں گی۔ آپ علیہ السلام کے ذریعہ نہریں جاری ہوں گی اور فتنہ و غارت گری ختم ہوگی۔ خیر و برکات زیادہ ہو جائیں گی.....

باب ۸۵ : ان چیزوں کا ذکر جو کتاب اسعاف الراغبین میں موجود ہیں۔

حدیث: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا :

میں تمہیں امام مھدی علیہِ السلام کی بشارت دیتا ہوں۔ جو قریش میں سے میری عترت میں سے ہے۔ وہ اس وقت خروج کریں گے جب لوگوں میں اختلافات ہوں

گے ۔ وہ زمین کو اس طرح سے عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح زمین ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ ساکنان آسمان و زمین ان سے راضی ہوں گے وہ عدل کے ساتھ مال تقسیم کریں گے۔ وہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دلوں کو بے نیازی سے بھر دیں گے ...

باب ۸۶ : دانشمندان حروف کے اقوال کا ذکر کر کہ مھدی علیہِ السلام موعود امام حسن عسکری علیہ السّلام کے فرزند ہیں

26 1436

اس باب میں اہل سنت کے علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں جنھوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت، ان کا زندہ ہونا۔ ان کا موجود ہونا، ان کا غیبت میں ہونا، ان باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

سوال : کیا سلیمان ابن ابراھیم الحنفی القندوزی شیعہ تھے؟

جب اہل سنت کے پاس کوئی جواب باقی نہیں رہتا تو ان کا ایک کمزور حملہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے ہی عالم کو شیعہ عالم بتاتے ہیں۔ شیخ سلیمان القندوزی کا معاملہ بھی کچھ ایساہی ہے۔ جب لوگ انھیں شیعہ ثابت نہ کر سکے تو انھوں نے یہ اعتراض پیش کیا کہ آقائے بزرگ تہرانی (جو اہل شیعہ کے اکابر علماء میں سے ہیں) انھوں نے اپنی کتاب الذریعہ شیخ سلیمان القندوزی کے بارے میں نقل کیا ہے :

اس کتاب (ینابیع المودۃ) کے مولف کا شیعہ ہونا نا معلوم ہے لیکن وہ صوفی تھے اور اس کتاب کا شمار شیعہ کتابوں میں کیا جاتا ہے۔

(الذریعہ، ج ۲۵، ص ۲۹۰)

جواب : یہ بات قابل توجہ ہے کہ اہل سنت جان بوجھ کر شیخ سلیمان القندوزی کا پورا نام چھپاتے ہیں جسے آقا بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے سلیمان ابن ابراھیم الحنفی القندوزی"۔ چونکہ شیخ سلیمان القندوزی، حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے لہذا آقا بزرگ تہرانی نے یہ لکھا ہے کہ ان کا شیعہ ہونا نا معلوم ہے۔ جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ شیخ سلیمان القندوزی اہل بیت علیہم السّلام سے محبت کرتے تھے اور اہل بیت علیہم السّلام کے احترام میں انھوں نے اہل سنت کے سابق علماء کے حوالے سے حدیثوں کو جمع

کیا ہے۔ لہذا ہم ان کی اس کتاب کو اہل بیت علیہم السّلام کی شان و منزلت بیان کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ایک دوسری اہم بات جسے اہل سنت چھپاتے ہیں وہ یہ ہے و کہ آقا بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب کی ۲۱ ویں جلد صفحہ ۳۰۷ میں نقل کیا ہے کہ :

"ینابیع الموده جسے سلیمان ابن ابراہیم القندوزی البلخی الحنفی (نے تالیف کیا ہے) صوفی تھے، نقشبندی طریقہ کے عالم تھے۔ "

لہذا جتنا چاہے اہل سنت اس بات کا انکار کریں کہ شیخ سلیمان القندوزی سنی عالم نہیں تھے مگر اسناد سے بات ثابت ہے کہ وہ سنی مذہب سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ اوپر کی دلیلوں میں پیش کیا گیا ہے۔

اپنی اس مختصر سی گفتگو کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ پروردگار ہم تُجھے واسطہ دیتے ہیں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اور ان کے اہل بیت علیہم السّلام کا ک تو ہمارے وقت کے امام حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل فرما اور ہمیں ان کے اعوان و انصار میں شمار فرما۔